Saazishi Chehra

سازشی چہرہ

انسپکٹر جمشید سیریز

بچوں کا اسلام میں قسط وار شائع ہوا اور ابھی تک کتابی شکل میں شائع نہیں ہوسکا۔ شمارہ نمبر 189 تا 200 شائع ہوا تھا۔

مکمل ناول

https://web.facebook.com/Ishtiaq-Ahmed-Novels-Fans-[illegible]/

Ishtiaq Ahmed Novels Fans

"حاجو خان! تم سے ایک کام ہے... اس کام کے بدلے میں تمہیں دس ہزار روپے دوں گا۔ کام اتنا مشکل نہیں ہے... بس تم وہ چیز لا کر مجھے دے دو گے... اور تمہارا کام ختم... پھر تم سے اس چیز کے بارے میں کوئی نہیں پوچھے گا... نہ کوئی تم پر شک کرے گا... کیا خیال ہے، یہ کام کرو گے؟"

"ہاں! کیوں نہیں... مجھے آج کل پیسوں کی بہت زیادہ ضرورت ہے... آپ بس کام بتائیں..." حاجو خان نے آواز سن کر کہا...

وہ پراسرار آدمی اس سے جب بھی کوئی کام لیتا تھا... پہلے اسے ایک خط لکھتا تھا... اس خط میں ایک چابی ہوتی تھی... وہ چابی لے کر اس کی بتائی ہوئی عمارت تک پہنچ جاتا تھا۔ عمارت کے دروازے پر لگا تالا اس چابی سے کھل جاتا تھا۔ عمارت کے ایک کمرے میں اسے اس پراسرار آدمی کی آواز سنائی دیتی تھی... اس سے جو کام لینا ہوتا، وہ اس کی تفصیل بتاتا تھا... معاوضے کی رقم بھی اس کمرے میں میز کی دراز سے مل جاتی تھی...

وہ پراسرار آدمی آج تک اس کے سامنے نہیں آیا تھا... پہلی مرتبہ بھی اس نے اس طرح اس کے نام ایک خط لکھا تھا... اس میں چابی تھی اور اس عمارت کا پتا جس میں اسے جانا تھا اور یہ ہدایات لکھی تھیں کہ وہ کسی کو کچھ بتائے بغیر اگر وہاں آجائے تو اس سے ایک بہت آسان سا کام لیا جائے گا... اور معاوضہ دس ہزار روپے بیٹھے بٹھائے مل جائے گا...

اور واقعی وہ کام بہت آسان تھا... بس دفتر کے ایک آدمی کا قلم چرانا تھا... اس نے قلم چرا کر اس عمارت تک پہنچا دیا اور اپنے دس ہزار اس نے کھرے کر لیے... اس بات کو جب ایک ماہ گزر گیا اور پھر اس پراسرار آدمی کا فون نہ آیا تو اسے بے چینی محسوس ہونے لگی... وہ چاہنے لگا کہ اس کا فون آجائے اور وہ اس سے کوئی کام لے لے اور اسے دس ہزار اور مل جائیں۔ آخر ڈیڑھ ماہ بعد اس کا خط مل گیا... اس نے ایک اور چھوٹا سا کام اس سے لیا... اور اسے دس ہزار مل گئے...

اس وقت تک وہ اس سے ایسے کتنے ہی کام لے چکا تھا... وہ ایک سرکاری دفتر میں چپراسی تھا... چونکہ سب سے اعلیٰ افسر کا چپراسی تھا، اس لیے دوسرے آفیسرز کے کمروں میں اس کا روز کا آنا جانا تھا... ان حالات میں قلم جیسی چیزیں پار کر دینا اس کے لیے ذرا بھی مشکل کام نہیں تھا...

"ہاں تو حاجو... اس مرتبہ تم اپنے آفیسر کی گھڑی چرا کے لاؤ گے... یہ کام تمہارے لیے مشکل تو نہیں ہوگا۔" آواز آئی۔

"جی... جی نہیں... مشکل تو نہیں ہوگا... لیکن ان کی گھڑی بہت قیمتی ہے... لہٰذا وہ سب سے باری باری پوچھیں گے... اور جب نہیں ملے گی تو پولیس کو بلا لیں گے... پولیس ہم جیسوں سے سوالات ضرور کرے گی... آپ جانتے ہی ہوں گے کہ پولیس کے سامنے اپنے چہرے کے تاثرات کو معمول پر رکھنا بہت مشکل ہوجاتا ہے... میرا بدلتا ہوا رنگ دیکھ کر انھیں مجھ پر شک ہوجائے گا اور آخر کار وہ مجھ سے اگلوا لیں گے... پھر یہ ہوگا کہ میں انھیں یہاں تک لاؤں گا... آگے کیا ہوگا... مجھے پتا نہیں... لیکن میرے حق میں بہرحال اچھا نہیں ہوگا۔" یہاں تک کہہ کر حاجو خان خاموش ہوگیا۔

اشتیاق احمد

"تم اپنی بات پوری کر چکے۔" ناخوش گوار آواز سنائی دی۔

"جی ہاں بالکل!"

"میز کی دراز کھولو۔"

اس نے میز کی دراز کھولی تو چونک اٹھا۔ دراز میں ایک گھڑی رکھی تھی۔

"یہ... یہ کیا جناب! اس میں تو گھڑی موجود ہے۔"

"ہاں! یہ گھڑی جیب میں ڈال لو... اپنے آفیسر کی گھڑی اٹھا کر اس کی جگہ یہ والی رکھ دینا... اس طرح نہ تو انھیں کوئی شک ہوگا... نہ پولیس آئے گی اور نہ تم سے کوئی پوچھ گچھ ہوگی... اس سے اندازہ لگالو مجھے تمہارا کتنا خیال ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے... لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے۔" حاجو خان نے حیران ہوکر کہا۔

"کیا کیسے ہوسکتا ہے؟"

"بھلا گھڑی تبدیل ہونے کا انھیں کیوں پتا نہیں چلے گا۔"

"اس لیے کہ یہ گھڑی انھوں نے ابھی کل ہی خریدی ہے... لہٰذا اس دکان سے بالکل اسی جیسی گھڑی خریدنا کیا مشکل بات تھی۔"

"اب میرے لیے اور زیادہ حیرت کی بات ہوگئی... آخر آپ اس گھڑی کا کیا کریں گے۔"

"حاجو خان! تم سوالات بہت کرنے لگے ہو... اب میں اس قسم کے آسان سے کام کسی اور سے لیا کروں گا۔"

"نن... نہیں سر... نہیں۔" وہ کانپ گیا... کیونکہ وہ ایسے چھوٹے چھوٹے کاموں کے دس دس ہزار روپے کئی بار وصول کر چکا تھا اور کمائی کے اس ذریعے سے ہاتھ نہیں دھونا چاہتا تھا...

Scanned by CamScanner

''اچھا تو پھر جاؤ... وہ گھڑی لا کر یہیں رکھ دینا... تمہارا معاوضہ اسی دراز سے تمہیں مل جائے گا۔''

''جی اچھا!''

گھڑی جیب میں رکھ کر وہ باہر نکل آیا... لیکن آج وہ حد درجے الجھن محسوس کر رہا تھا... کیونکہ یہ چکر اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا... سمجھ میں تو اس شخص کی کوئی بات پہلے بھی نہیں آئی تھی... لیکن گھڑی والے معاملے نے اسے کچھ زیادہ ہی الجھن میں ڈال دیا تھا... اس سے پہلے جب ایک آفیسر کا قلم اس نے چوری کرایا تھا تو اس نے بہت الجھن محسوس کی تھی... بھلا کوئی کسی کا قلم دس ہزار روپے خرچ کر کے کیوں چوری کرانے لگا... وہ اس سے کیا فائدہ اٹھا سکتا تھا... اسی طرح کی چند اور چیزیں اس نے دفتر کے لوگوں کی چوری کروائی تھیں... اب معاملہ ذرا مختلف تھا... اسے گھڑی اٹھا کر بدلے میں دوسری گھڑی رکھنا تھی... اس کے آفیسر کی عادت تھی کہ میز پر بیٹھتے ہی گھڑی اتار کر رکھ دیتے تھے اور پھر جانے کے وقت ہی پہنتے تھے... ان حالات میں اس کے لیے یہ کام بہت آسان تھا... کیونکہ آفیسر کئی بار اٹھ کر ادھر اُدھر جاتے تھے... لیکن وہ سوچ رہا تھا... بدلے میں رکھی جانے والی گھڑی میں نہ جانے کیا بات ہوگی... اور وہ نامعلوم آدمی اس طرح کیا کرنا چاہتا ہے۔ ان باتوں نے اس کی الجھن میں بہت اضافہ کر دیا تھا۔

☆

دوسرے دن پروگرام کے مطابق وہ اس کمرے کا تالا کھول کر اندر داخل ہوا تو گھڑی اس کی جیب میں موجود تھی... اس نے دراز کھولی تو وہاں دس ہزار روپے موجود تھے... اس نے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ گھڑی وہاں رکھ دی اور نوٹ جیب میں رکھ لیے...

''میں نے گھڑی رکھ دی ہے۔'' اس نے منہ اوپر اٹھا کر کہا... لیکن اس شخص کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ اس کا مطلب تھا، وہ اس وقت اس مکان میں نہیں تھا... چنانچہ وہ باہر نکل آیا اور دروازے کو تالا لگا کر اپنے گھر چلا آیا...

دوسرے دن صبح سویرے ناشتے سے پہلے وہ اخبار دیکھ رہا تھا کہ بہت زور سے اچھلا، اس کی آنکھیں مارے خوف کے پھیل گئیں۔

عین اس وقت اس کے فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے لرزتے ہاتھوں سے فون اٹھایا تو دوسری طرف سے اسی پراسرار آدمی کی آواز سنائی دی:

''حاجو خان۔''

''جج... جی جناب۔''

''یہ تم نے اچھا نہیں کیا...''

''کک...... کیا مطلب؟...''

''ایسا کر کے تم نے اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری ہے...''

''وہ کیسے...؟''...

''تم نے میری ہدایات پر عمل نہیں کیا... جو گھڑی میں نے تمہیں دی تھی... وہ تم نے اپنے آفیسر کی میز پر نہیں رکھی... اور اس کی گھڑی اٹھا کر اس مکان میں نہیں رکھی... بلکہ تم نے مکان میں وہی گھڑی رکھ دی... جو میں نے تمہیں دی تھی... تم نے ایسا ہی کیا ہے نا۔''

''ہاں! اس لیے کہ مجھے خوف محسوس ہوا تھا... میں ڈر رہا تھا کہ نہ جانے اس گھڑی کی وجہ سے آفیسر صاحب کے ساتھ کیا معاملہ ہو جائے... لہٰذا میں نے ایسا کیا... مجھے خوشی ہے... آفیسر بچ گئے اور وہ مکان تباہ ہو گیا...''

''لیکن... اب تم کس مشکل میں پھنس گئے ہو... یہ ابھی تمہیں معلوم نہیں... آج ہی کسی وقت تم جان لوگے...''

ان الفاظ کے ساتھ ہی فون بند ہو گیا... اس کا رنگ اڑ گیا... اسے اپنے جسم سے جان نکلتی محسوس ہوئی... اس نے سوچا... وہ آج دفتر نہیں جا سکے گا... چنانچہ اس نے دفتر فون کر دیا... طبیعت خراب ہونے کا بتا کر چھٹی لے لی... اب بھی اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا... اس کی بیوی اور بیٹی اس کی حالت دیکھ کر پریشان ہو گئیں...

''کیا بات ہے... آپ کو کیا ہو گیا ہے... تھوڑی دیر پہلے تو آپ بالکل ٹھیک ٹھاک تھے... مزے سے ناشتا کر رہے تھے... پھر اخبار دیکھ کر آپ گھبرا گئے... اور اس کے بعد یہ فون سن کر آپ کی حالت اور خراب ہو گئی... بات کیا ہے۔''

اس نے ان دونوں کی طرف خالی خالی نظروں سے دیکھا... کتنی ہی دیر دیکھتا رہا... پھر بولا:

''مجھ سے ایک بہت خوفناک غلطی ہونے لگی تھی... اللہ نے مجھے اس سے بچا لیا... لیکن اب پریشانی آ کر رہے گی۔''

''بات کیا ہے... آپ پوری بات بتائیں۔'' بیوی گھبرا گئی۔

وہ انھیں تفصیل سے سنانے لگا... کیونکہ اس نے سوچا تھا... بات تو اب ویسے بھی نکل کر رہے گی... کیوں نہ انھیں بتا کر دل ہلکا کرے... جونہی اس نے بات پوری کی... اس کا بیٹا بہت زور سے چونکا... اور چلایا:

''جلدی کریں... آئیں میرے ساتھ۔''

''لیکن کہاں؟'' وہ گھبرا گیا۔

''ان باتوں کا وقت نہیں ہے... جلدی کریں۔''

دوسرے ہی لمحے وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھے اڑے جا رہے تھے... اور یہ ٹیکسی ایک صاف ستھرے گھر کے سامنے رکی... لڑکا اچھل کر ٹیکسی سے باہر نکلا... اور اس نے دروازے کی گھنٹی بجا دی... دروازہ کھلا اور ایک خوب صورت سا، شوخ سا لڑکا نظر آیا... یہ فاروق تھا۔ اسے دیکھ کر وہ حیران رہ گیا......

''ارے اجمل تم!!'' اس کے منہ سے بے اختیار نکلا...... ''السلام علیکم''

''وعلیکم السلام...... کہو خیریت تو ہے؟''

''خیریت نہیں ہے...... ہم... ہمیں... انسپکٹر صاحب سے ملنا ہے... ابھی اسی وقت۔''

''آپ اندر آ جائیں...''

''بہت بہت شکریہ۔''

اجمل اندر داخل ہوا۔ ادھر محمود نے اسے دیکھا تو اس کے منہ سے بھی نکلا: ''ارے اجمل تم!!''

(جاری ہے)

بدقسمت

دلوں میں جذبۂ طاعت نہیں ہے
صلوٰۃ و صوم کی عادت نہیں ہے
اگرچہ اس میں کچھ محنت نہیں ہے
مگر دل میں اہمیت نہیں ہے
نمازوں کی جسے فرصت نہیں ہے
تو اس سا کوئی بدقسمت نہیں ہے

ہے یہ ترک الصلوٰۃ ایسی برائی
کہ لگوائے گی مرقد میں پٹائی
نمازوں سے جو کتراتا ہے بھائی
وہ خود ہی طالب رحمت نہیں ہے
نمازوں کی جسے فرصت نہیں ہے
تو اس سا کوئی بدقسمت نہیں ہے

علاج اس کا نہیں ہے فنِ طب میں
گنوائے وقت جو لہو ولعب میں
سکوں کیا آئے قلب مضطرب میں
کہ راضی خالقِ راحت نہیں ہے
نمازوں کی جسے فرصت نہیں ہے
تو اس سا کوئی بدقسمت نہیں ہے

بنا پھرتا ہے دنیا بھر میں خود سر
جھکاتا ہی نہیں سر اس کے در پر
بھٹکتا پھرتا ہے جب ہی تو در در
کہ اس پر مہرباں قدرت نہیں ہے
نمازوں کی جسے فرصت نہیں ہے
تو اس سا کوئی بدقسمت نہیں ہے

شاہین اقبال اثر

Scanned by CamScanner

2

سلسلہ وار ناول

سازشی چہرہ

اشتیاق احمد

"ہاں... محمود... میں۔" اجمل نے اٹک اٹک کر کہا۔

"خیر تو ہے... اجمل... بہت پریشان ہو۔" محمود نے پوچھا۔

"ج... جی ہاں"

"محمود تمہارے دوست ضرورت سے کچھ زیادہ پریشان ہیں... میرا خیال ہے، مجھے بھی ٹھہر جانا چاہیے، کہیں انھیں میری ضرورت نہ ہو... آیئے... تشریف رکھیے۔" انسپکٹر جمشید نے اجمل کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ... آپ... آپ بہت اچھے ہیں۔"

"شکریہ۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ڈرائنگ روم میں میرے والد صاحب موجود ہیں۔" اجمل بولا

"پہلے آپ بات بتائیں... پھر میں ان سے ملاقات کروں گا..." انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"یہ آپ نے کس لیے کہا؟" محمود کے لہجے میں حیرت در آئی۔

"بس یونہی... آپ بات بتادیں۔"

اب اجمل نے پوری بات تفصیل سے بتادی... انسپکٹر جمشید چند لمحے تک سوچ میں غرق رہے پھر اس سے بولے:

"اچھی بات ہے... آپ یہیں ٹھہریں... میں اکیلا ان سے بات کروں گا..."

"جی اچھا۔" اجمل نے قدرے پریشان ہو کر کہا۔

انسپکٹر جمشید ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے بولے:

"السلام علیکم حاجو خان صاحب۔"

"ج... جی... وعلیکم السلام۔" وہ اٹھتے ہوئے بولا... چہرے پر گھبراہٹ ہی گھبراہٹ تھی۔

"بچے سے میں نے تفصیل سنی ہے... آپ محکمہ اطلاعات میں ہیں۔"

"جی ہاں۔"

"اس نامعلوم شخص سے تو ہم لوگ آپ کو بچانے کی کوشش کریں گے... اور ان شاء اللہ آپ کو اس کی طرف سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا... لیکن جو جرم آپ کر چکے ہیں... میں آپ کو اس کی معافی نہیں دلا سکوں گا... اب یہ عدالت کا معاملہ ہے کہ وہ آپ کو کیا سزا دے گی۔"

"یہ بھی بہت ہے کہ آپ مجھے اس شخص سے بچانے کی کوشش کریں گے..." اس نے مردہ آواز میں کہا۔

"خوب! اب ذرا آپ شروع سے بتائیں... اس نے آپ سے کس طرح رابطہ کیا..."

"جی میں عرض کرتا ہوں، پہلی بار اس نے مجھے ایک خط لکھا تھا۔ خط میں ایک چابی تھی... اس نے لکھا تھا، میں تمہارے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں... مالی مشکلات میں مبتلا ہو... کوئی مدد کرنے والا نہیں... لیکن میں تمہاری بہت اچھے طریقے سے مدد کر سکتا ہوں... پتا لکھ رہا ہوں... اس پتے پر آ جاؤ... چابی سے تالا کھول کر میرا انتظار کرنا... میں جلد ہی آ جاؤں گا... یہ خط پڑھ کر اور چابی دیکھ کر میں بہت حیران ہوا... اور پھر یہ الجھن مجھے وہاں لے گئی کہ آخر یہ شخص چاہتا کیا ہے... وہاں یہ شخص میرے سامنے نہیں آیا... بلکہ میں نے اس کی آواز سنی... اس نے مجھ سے کہا... ایک چھوٹا سا کام ہے... تم اپنے دفتر کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر فیاض حامد کا پین مجھے لا کر دے دو، میں تمہیں اتنے سے کام کے دس ہزار روپے دوں گا... کیوں کیا خیال ہے... اب آپ خود سوچیں... میں ٹھہرا محکمہ کے ڈائریکٹر نصیر الدین شاہ صاحب کا چپراسی... مجھے تو ہر کمرے میں جانا آنا پڑتا ہے... اور اس قسم کی چیز اٹھا کر جیب میں رکھ لینا میرے لیے بھلا کیا مشکل کام ہو سکتا ہے... میں حیران تو بہت ہوا... لیکن دس ہزار کا لالچ میری حیرت پر چھا گیا... اور میں نے یہ کام کرنے کی حامی بھر لی... میرا جواب سن کر اس نے کہا، بس تو پھر تم وہ قلم کل لے کر یہیں آ جانا... تمہیں دس ہزار روپے مل جائیں گے... سو میں وہاں قلم لے گیا... اس کی آواز سنائی دی کہ میز کی دراز کھول کر قلم اس میں رکھ دو اور اس میں سے دس ہزار روپے لے لو... بس میں نے ایسا ہی کیا... دو ماہ بعد اس کا خط پھر مجھے ملا... اس میں پھر چابی تھی... میں حیران ہوا، اس بار اس نے ہیڈ کلرک سلیم راشد صاحب کا لائٹر منگوایا تھا... میں نے ان کا لائٹر بھی وہاں پہنچا دیا... اس طرح مجھے دس ہزار اور مل گئے... پھر ڈیڑھ ماہ بعد اس کا خط ملا... اس بار اس نے نصیر الدین شاہ صاحب کی ردی کی ٹوکری کے کاغذات منگوائے تھے... میں نے وہ بھی وہاں پہنچا دیے... اب یہ چوتھا موقع تھا... اس بار اس نے کہا تھا کہ

وہاں پہنچادوں... اس پر میں نے کہا کہ ان کی گھڑی تو بہت مہنگی ہے... دفتر میں شور مچ جائے گا... پھر پولیس آئے گی اور وہ اگلوا لے گی... اس طرح میں پھنس جاؤں گا... تب اس نے کہا کہ میز کی دراز میں سے ایک گھڑی اٹھالو.. یہ اس کی جگہ رکھ دینا کیونکہ یہ بالکل ویسی ہے، یہ اور زیادہ الجھن میں مبتلا کردینے والی بات تھی... مجھے اور تو کچھ نہ سوجھا.. صاحب کی گھڑی تو چرائی نہ... اسی کی گھڑی دراز میں رکھ دی اور پیسے اٹھا کر لے آیا... دوسرے دن وہ مکان دھماکے سے اڑ گیا۔ تب میرے ہوش جاتے رہے.. یہ گویا نصیرالدین شاہ صاحب کو اڑانے کا پروگرام تھا... ادھر ساتھ ہی اس کا فون ملا... اس نے مجھے جان سے مار ڈالنے کی دھمکی دی... مجھے پریشان دیکھ کر میرا بیٹا مجھے یہاں لے آیا.. اب میں حاضر ہوں... جو جرم مجھ سے سرزد ہوا ہے، میں نے بیان کر دیا ہے اور میں اللہ کا شکر ادا کر رہا ہوں کہ میں نے وہ گھڑی شاہ صاحب کی میز پر نہیں رکھ دی... ورنہ شاید اس وقت...'' یہ کہتے ہوئے وہ کانپ گیا۔

اللہ کے نام

اَلمُقسِطُ کا مطلب ہے، عادل، انصاف کرنے والا۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر شے میں، ہر کام میں پورا پورا عدل ہے۔ انصاف ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ دنیا میں اس کے انصاف کی حکمتوں کو ہر کوئی نہیں سمجھ پاتا، مگر آخرت میں پورا پورا انصاف ہر کسی کے سامنے کھل کر آجائے گا۔

اس کے خاموش ہونے پر انسپکٹر جمشید چند سیکنڈ تک سوچ میں گم رہے... پھر انھوں نے کہا:

''آپ کی حفاظت کی جائے گی... آپ پر مقدمہ اس پراسرار شخص کی گرفتاری کے بعد قائم کیا جائے گا... فی الحال آپ کو حوالات نہیں بھیجا جا سکتا... کیونکہ ہو سکتا ہے، وہ شخص آپ کو حوالات میں ختم کرانے کی کوشش کرے... لہٰذا میں آپ کو خفیہ جگہ رکھوں گا... آپ کے بچے اور گھر والے بھی وہیں آپ کے ساتھ رہیں گے... آپ مجھے یہ بتائیں... کیا آپ کو ہر مرتبہ اسی مکان میں بلایا جاتا تھا یا وہ مکان ہر بار بدل دیتا تھا۔''

''جی نہیں... میں ہر بار وہیں جاتا رہا ہوں۔''

''ہوں! اس مکان کا پتا مجھے لکھوا دیں... ویسے تو وہاں بہت لوگ جمع ہوں گے... دور سے ہی پتا چل جائے گا کہ وہ مکان ہے۔''

''جی ہاں! وہ مکان رام گلی نمبر 19 میں ہے۔'' اس نے کہا۔

انھوں نے پتا نوٹ کر لیا... پھر اکرام کے نمبر ملائے... وہ آیا تو حاجو خان کو اس کے حوالے کر دیا گیا... اور ہدایات بھی دیں... اکرام اسے لے کر اسی وقت چلا گیا... اجمل کو وہیں روک لیا گیا تھا... پھر اکرام اس کے والد کو خفیہ ٹھکانہ نمبر ایک میں لے گیا... جلد ہی اس کی واپسی ہوئی... اب اس نے اجمل کو ساتھ لیا اور اس کے گھر پہنچا... گھر کے افراد کو ساتھ لیا اور خفیہ ٹھکانے پر پہنچ گیا... جیپ میں لگے آلات نے اسے اس قابل بنا دیا تھا کہ کوئی جیپ کا تعاقب نہیں کر سکتا تھا... اور اگر کرتا تو پتا چل جاتا۔

ان کی طرف سے اطمینان ہو جانے کے بعد انسپکٹر جمشید ان سے بولے۔

''میں ذرا اس تباہ شدہ مکان کو دیکھنا چاہتا ہوں... محمود فاروق... کیا تم میرے ساتھ چل رہے ہو؟''

''جی ہاں! کیوں نہیں۔''

وہ اسی وقت گھر سے روانہ ہوئے اور مکان کے سامنے پہنچ گئے... پولیس نے اس کے گرد گھیرا ڈالا ہوا تھا... مکان اس بری طرح تباہ ہوا تھا کہ بس اب صرف ملبے کا ڈھیر نظر آ رہا تھا، انھوں نے وہاں موجود ایک حوالدار کی طرف قدم اٹھا دیے... وہ معمول کے مطابق سادہ لباس میں تھے اور آئے بھی تھے اپنی ذاتی کار میں... اس لیے حوالدار نے ان کی طرف لپکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

''کیا معلوم ہوا؟''

''کس بارے میں۔'' اس کا لہجہ کافی اکھڑ تھا۔

''اس دھماکے کے بارے میں۔'' وہ مسکرائے۔

''صاف ظاہر ہے... کسی دہشت گرد کی کارروائی ہے۔''

''مکان تھا کس کا؟''

''آپ ہیں کون... سوالات تو ایسے کر رہے ہیں جیسے مجھ پر افسر لگے ہوئے ہیں۔''

''نہیں! میں آپ پر افسر نہیں ہوں... ویسے میرا نام انسپکٹر جمشید ہے۔''

''جی!!!'' اس کا رنگ اڑ گیا۔

''مکان کے مالک کے بارے میں معلوم ہوا؟''

''جی ہاں! مکان کا مالک اسی محلے میں رہتا ہے...''

''میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''ابھی یہیں کھڑا تھا... حسرت بھری نظروں سے ملبے کے ڈھیر کو دیکھ رہا تھا... پھر چلا گیا... اس نے یہ مکان کرائے پر دیا ہوا تھا... خوش قسمتی سے کرائے دار اس وقت گھر میں نہیں تھا۔''

''ہوں... مجھے اس کے گھر تک لے چلیں۔''

''آیئے۔'' اس نے کہا اور چل پڑا۔

جلد ہی وہ ایک شان دار مکان کے سامنے پہنچے... حوالدار نے گھنٹی کا بٹن دبایا تو فوراً ایک شخص باہر نکل آیا...

''یہ ہمارے آفیسر ہیں... آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔''

مالک مکان نے جونہی ان کی طرف دیکھا... اس کے چہرے پر زلزلے کے آثار طاری ہو گئے... ادھر انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

''باقر شاہ... تم؟'' (جاری ہے)

ماجد حمید

سورج نے کہا: میں نہ ہوتا تو گرمی کی شدت کا احساس کیسے ہوتا۔
چاند نے کہا: میں نہ ہوتا تو عید کی خوشیاں کیسے ملتیں۔
محبت نے کہا: میں نہ ہوتی تو دنیا میں بھائی چارے کی فضاء کیوں کر قائم ہوتی۔
دولت نے کہا: میں نہ ہوتی تو دنیا کا نظام کیسے چلتا۔
غربت نے کہا: میں نہ ہوتی تو خدا کو یاد کون کرتا۔
نماز نے کہا: میں نہ ہوتی تو کافر اور مسلمان میں کیا فرق رہ جاتا۔

Scanned by CamScanner

3

سلسلہ وار ناول

سازشی چہرہ

اشتیاق احمد

دوسرے ہی لمحے انسپکٹر جمشید کے ہاتھ میں پستول نظر آیا۔ وہ سرد آواز میں بولے۔

"خبردار! ہاتھ اوپر اٹھا دو۔"

"لیکن کیوں ... مدت ہوئی ... میں جرائم کی زندگی چھوڑ چکا ہوں ... جرائم سے اب میرا دور کا بھی واسطہ نہیں۔"

"میں نے کہا ہے ... ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔"

اس نے بھنائے ہوئے انداز میں دونوں ہاتھ بلند کر لیے ...

"اب ساکت کھڑے رہنا ... محمود ... اس کی تلاشی لو ..."

"جی اچھا!" اس نے کہا اور جلدی جلدی تلاشی لینے لگا ... لیکن اس کے پاس سے کوئی ایسی ویسی چیز برآمد نہ ہوئی۔

"کچھ نہیں ہے ابا جان؟" وہ بولا۔

"ٹھیک ہے ... ہاتھ نیچے کر لو ... اور یہ بتاؤ ... تم یہ حرکتیں کیوں کر رہے ہو۔"

"جی ... کون سی حرکتیں۔"

"بھئی ... حاجو خان والی۔"

"میں کسی حاجو خان کو نہیں جانتا۔"

"یہ مکان جو تباہ ہوا ... کیا تمہارا نہیں ہے۔"

"جی بالکل میرا ہے ... کچھ مدت پہلے میں نے خریدا تھا ..."

"اور یہ مکان ... جس میں تم رہ رہے ہو۔" انھوں نے پوچھا۔

"یہ بھی میرا ہے ... اس میں میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہتا ہوں ... وہ میں نے اس لیے خریدا تھا کہ کرائے پر چڑھایا کروں گا ... اس طرح روزی کی ایک صورت بنی رہے گی ..."

"خوب خوب! آج کل کس نے کرائے پر لے رکھا تھا۔"

"ایک صاحب ہیں ... نصیر جان ... کچھ ہی دن پہلے انھوں نے کرائے پر لیا تھا ... چھ ماہ کا پیشگی کرایہ دیا تھا انھوں نے ..."

"کیا وہ یہاں رہتے بھی رہے ہیں ..."

"وہ تمام دن غائب رہتے ہیں ... اپنے کام کاج کے سلسلے میں ... رات گئے آتے ہیں ... یہ بات انھوں نے مجھے پہلے ہی بتا دی تھی ... اس لیے ظاہر ہے ... انھیں کم ہی لوگوں نے دیکھا ہوگا۔"

"ہوں ... ان کا حلیہ تو آپ بتا ہی سکتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی ہاں! کیوں نہیں ... وہ لمبے قد کے، دبلے پتلے سے آدمی ہیں ... رنگ سرخ اور سفید ہے ... آنکھیں نیلے رنگ کی ... ناک بہت باریک سی اور سر کے بال سرخی مائل ... ہونٹ بھی بہت پتلے پتلے سے ... بس یوں لگتا ہے ... جیسے دو لکیریں سی ہوں۔"

"کیا!!!" انسپکٹر جمشید مارے خوف کے چلائے۔

انھیں اس حد تک خوف زدہ دیکھ کر محمود، فاروق، خان عبدالرحمان اور پروفیسر داؤد بھی ساکت رہ گئے۔

"کیا تم نے بالکل درست حلیہ بتایا ہے۔"

"ج ... جی ہاں ... لیکن بات کیا ہے ... آپ جیسا شخص اور خوف زدہ ..."

"باقر شاہ ... تم نے حلیہ اگر درست بتایا ہے ... اور میرا خیال ہے کہ درست ہی بتایا ... فرضی نہیں بتایا ... تب وہ آدمی دنیا کے خطرناک ترین چند لوگوں میں سے ایک ہے ... اور اس کا ہمارے ملک میں ہونا خطرے کی گھنٹی ہے ... ظاہر ہے، وہ کسی نیک ارادے سے نہیں آیا ... اس کا پہلا نشانہ نصیر الدین شاہ تھے ... لیکن حاجو خان کی عقل مندی سے وہ بال بال بچ گئے ... ورنہ اس وقت ہم ان کی لاش کے گرد جمع ہوتے ... اب جناب باقر شاہ ... آپ کو ہمارے ساتھ دفتر چلنا ہوگا۔"

"لیکن کیوں ... میرا اس معاملے سے کیا تعلق ... میں تو بس ایک مالک مکان ہوں ... اور اس نے مجھ سے میرا مکان کرائے پر لیا تھا۔"

"ہاں! میں مانتا ہوں ... لیکن اگر آپ کوئی عام آدمی ہوتے تو یہ بات کہی جا سکتی تھی اور کوئی شک کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی ... لیکن چونکہ آپ جرائم پیشہ رہے ہیں ... اس لیے گمان گزرتا ہے کہ اس نے آپ سے باقاعدہ رابطہ کیا ہوگا ... اور تعاون کرنے کے سلسلے میں کوئی رقم پیش کی ہوگی ... اب اگر آپ نے اس سے کوئی رقم کرائے کے علاوہ وصول کی ہے ...

تب تو آپ پھنس گئے ہیں ... ورنہ ہم آپ کو کچھ نہیں کہیں گے ... کیا خیال ہے ...'' یہاں تک کہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔

''ٹھیک ہے ... میں آپ کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہوں ... آپ میرے بارے میں اپنا اطمینان کر لیں۔''

وہ اسے دفتر لے آئے ... انھوں نے اس کے بارے میں جہاں سے بھی ہو سکا، معلومات حاصل کیں ... لیکن اس کی کسی مجرمانہ سرگرمی کا پتا نہ چل سکا ... آخر انھوں نے اسے جانے کی اجازت دے دی ... تاہم انھوں نے اکرام کو ہدایات دیں کہ ایک آدمی اس کی نگرانی پر مقرر کر دیا جائے ... ابھی انھوں نے اسے رخصت کیا ہی تھا کہ ایک خفیہ کارکن کا فون موصول ہوا ... وہ خوف زدہ انداز میں کہ رہا تھا:

''سر! عمارت نمبر 1 کے آس پاس کچھ پراسرار لوگ نظر آ رہے ہیں۔''

''کیا ... نہیں۔''

''یس سر ... حاجو خان اور اس کے بیوی بچوں کو اسی عمارت میں رکھا گیا ہے۔''

''نن نہیں ... میں آ رہا ہوں ... سب لوگ ہوشیار ہو جائیں ... حاجو خان اور اس کے بیوی بچوں کو کچھ ہوا تو مجھے بہت افسوس ہوگا ... میں نے اس سے کہا تھا ... تمہاری حفاظت کی جائے گی ...''

''ہم پوری طرح ہوشیار ہیں جناب ...''

''ٹھیک ہے ... ہم پہنچ رہے ہیں۔''

وہ اسی وقت روانہ ہو گئے ...

''لگتا ہے ... یہ شخص ہمیں سکون کا سانس نہیں لینے دے گا ... باریک ہونٹوں والے کا نام کیا ہے جمشید ... تم نے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔'' خان عبدالرحمان بولے۔

''اس کا نام بلتان ہے ... وہ ایک بین الاقوامی مجرم ہے ... اس کا کسی ملک میں ہونا خطرے سے خالی نہیں ہے ... باقر شاہ نے جو حلیہ بتایا ہے ... وہ اس پر بالکل فٹ بیٹھتا ہے ... پھر بھی میری دعا ہے ... وہ ہمارے ملک میں نہ ہو۔''

''گویا آپ بھی اس سے خوف محسوس کر رہے ہیں۔''

''اس سے تو بڑی بڑی حکومتیں خوف کھاتی ہیں۔''

''لیکن وہ خود کس ملک کے لیے کام کرتا ہے؟''

''کسی ملک کے لیے نہیں ... جو ملک اس سے معاملہ طے کرتا ہے، اس کا منہ مانگا معاوضہ ادا کرتا ہے ... اسی کے لیے کام کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے ... البتہ۔'' یہاں تک کہ کر وہ رک گئے۔

''البتہ کیا؟''

''البتہ! اس نے آج تک کسی اسلامی ملک کے لیے کوئی کام نہیں کیا ... جب بھی کیا ... اسلام دشمن ملکوں کے لیے کیا ... یہی وجہ ہے کہ تمام غیر اسلامی ممالک میں اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے ... اس کی بہت عزت کی جاتی ہے ... ان حکومتوں کے سربراہ اس بات کو مانتے ہیں ... ایک طرح سے اس کی حالت یہ ہے کہ وہ کسی بھی ملک کے کسی بھی محکمے میں دخل اندازی کر ڈالتا ہے ... اور کوئی اس سے جواب طلب نہیں کرتا ...''

''اس کا مطلب ہے ... وہ خالص اسلام دشمن ہے۔'' محمود نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''بالکل ... اس میں کوئی شک نہیں۔''

اسی وقت وہ خفیہ عمارت نمبر 1 کے سامنے پہنچ گئے ... انھوں نے گاڑی سے اتر کر چاروں طرف کا جائزہ لیا اور پھر ان کا رنگ اڑ گیا ... ان کے منہ سے نکلا ...

''حیرت ہے ... کمال ہے۔''

''کک ... کیا مطلب ... جمشید ... کیا ہوا۔'' پروفیسر داؤد فوراً بولے۔

''عمارت چاروں طرف سے گھیرے میں ہے ... پہلی حیرت یہ کہ انھوں نے اس کا سراغ کس طرح لگا لیا، دوسری حیرت یہ کہ ان لوگوں نے عمارت کو اس طرح گھیرے میں لیا ہے کہ وہ تو عمارت پر ہر طرح سے حملہ کر سکتے ہیں اور ہم ان پر وار نہیں کر سکتے ...''

''اوہ ... اوہ ...'' ان کے منہ سے مارے خوف کے نکلا۔

''اور ایک تیسری بات۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''اور وہ کیا؟''

''عمارت کے پاس آتے ہی اب ہم بھی پوری طرح ان کی زد میں ہیں۔''

''اوہ۔'' وہ بولے۔

''بالکل ٹھیک کہا انسپکٹر جمشید نے ... تم بہت ذہین ہو ... تم سے پہلی ملاقات پر خوشی ہوئی ...''

عمارت کے پاس آواز گونجی ... انھوں نے ایک بار پھر چاروں طرف کا جائزہ لیا ...

''کیا چاہتے ہو دوست۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''صرف اور صرف ایک ہی مطالبہ ہے میرا تو ... حاجو خان کو میرے حوالے کر دیں ... اور بس ...''

''پہلے ہم عمارت کے اندر جائیں گے ... پھر آپ سے بات کریں گے۔''

''ضرور ... ضرور ... کوئی اعتراض نہیں۔'' ہنس کر کہا گیا ... اس کی آواز بھی بہت باریک تھی۔

اور پھر وہ عمارت میں داخل ہو گئے ... اندر خفیہ کارکنوں کے رنگ اڑے ہوئے تھے۔

''حاجو خان اور اس کے بیوی بچے کہاں ہیں؟''

''جی ... آخری کمرے میں۔''

''او کے ... پروفیسر صاحب ... آپ کیا کہتے ہیں۔''

''میں چھت پر جا رہا ہوں جمشید ... تم تیاری مکمل کر لو ... جونہی تم اشارہ دو گے ... میں حرکت میں آ جاؤں گا۔''

''بہت خوب! بس ہم چند منٹ لگائیں گے۔''

''او کے ...'' پروفیسر صاحب نے کہا اور فوراً اوپر کی طرف دوڑے ...

ایسے میں باہر سے آواز آئی۔

''ہاں تو انسپکٹر جمشید ... کیا پروگرام ہے۔''

''دو منٹ ٹھہریں۔''

''ٹھہرنے کو تو میں تین منٹ ٹھہر جاؤں گا۔'' باہر سے ہنس کر کہا گیا۔

پھر دو منٹ بعد انسپکٹر جمشید نے پروفیسر داؤد کو اشارہ دیا۔ (جاری ہے)

Scanned by CamScanner

سلسلہ وار ناول

3

سازشی چہرہ

اشتیاق احمد

پولیس والوں نے پہلے سامنے کی، پھر دائیں، پھر بائیں اور آخر پچھلی طرف چار ننھی منی سی گیندیں پھینک دیں... فوراً ہی چار دھماکے ہوئے اور ہر طرف دھواں پھیل گیا۔ گیندیں پھینکنے کے فوراً بعد وہ باہر آئے اور وہاں پہنچ گئے جہاں باقی لوگ موجود تھے... خفیہ عمارت کے پیچھے ایک تہ خانہ تھا... اس تہ خانے سے ایک راستہ نکلتا تھا، وہ عمارت سے کافی دور تھا... اس راستے سے ہوتے ہوئے وہ جنگل میں نکل گئے... اور درختوں کی اوٹ لے لی۔ اب وہ بلتان کے آدمیوں کے گھیرے سے باہر آچکے تھے... ادھر خفیہ ٹھکانہ ابھی دھوئیں میں ڈوبا ہوا تھا... انھوں نے سنا، کوئی کہہ رہا تھا:

"خبردار دائرہ بڑا کرلو... اس دھوئیں کا سہارا لے کر وہ باہر نکلنے کی کوشش کریں گے... ان میں سے ایک بھی بچ کر نہ جائے۔"

یہ الفاظ سن کر وہ مسکرا دیے... انسپکٹر جمشید نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ کچھ اور پیچھے ہٹ کے درختوں کی اوٹ میں پوزیشن لے لیں... انھوں نے ایسا ہی کیا... پھر جونہی دشمن پیچھے ہٹنے کے چکر میں ان کی نظروں میں آیا... انھوں نے تاک تاک کر گولیاں برسادیں... وہ اچھل اچھل کر گرے... ان میں سے کوئی بھی بچ کر نہ نکل سکا۔ اس کے باوجود وہ احتیاطاً کافی دیر تک اپنی جگہوں پر کھڑے رہے... جب پوری طرح اطمینان ہوگیا، تب وہاں سے آگے بڑھے... انھوں نے گرنے والوں کا جائزہ لیا... وہ سب کے سب بری طرح زخمی تھے۔ گولیاں ان کی ٹانگوں پر ماری گئی تھیں... پھر اکرام کو فون کیا گیا۔ وہ بڑی گاڑی کے ساتھ وہاں پہنچ گیا... زخمی بارہ عدد تھے... انھیں ہسپتال بھیجنے اور اکرام کو ان کے بارے میں ہدایات دینے کے بعد انھوں نے اطمینان کا سانس لیا۔

"اب رہ گئے حاجو خان... اور ان کے گھر والے... ان کا کیا کریں۔"

"شاید ہمارا کوئی خفیہ ٹھکانہ بلتان کی نظروں سے چھپا ہوا نہیں ہے... اس لیے اب ہم انھیں اپنے گھر میں رکھیں گے... اب جو ہوگا... وہاں ہوگا۔"

"اس کا مطلب ہے... آپ بلتان کو اپنے گھر پر حملے کی دعوت دے رہے ہیں۔"

"کیا کیا جائے... مجبوری ہے۔" وہ مسکرائے۔

"لیکن بلتان خود کہاں ہے... ہم نے جس کی آواز سنی تھی... کیا وہ بلتان خان تھا۔" عبدالرحمان بولے۔

"ابھی کچھ کہا نہیں جاسکتا... لیکن ہم یہ بات معلوم کرسکتے ہیں۔"

"وہ کیسے جمشید؟"

"زخمیوں کے ہوش میں آنے پر آخر ان سے بات چیت کی جائے گی... ان کی آوازیں سنی جائیں گی... اس سے معلوم ہوجائے گا... اس کے علاوہ ان سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس کے لیے کام کررہے ہیں... وغیرہ۔" انھوں نے جواب دیا۔

"لیکن سب سے پہلے حاجو خان کی حفاظت کا مسئلہ ہے۔"

"آپ... آپ میرے لیے کس قدر کوشش کررہے ہیں... اور ایک میں ہوں..." یہ کہتے ہوئے حاجو خان رو پڑا...

"فکر نہ کرو... غلطی انسان سے ہوتی ہے... لیکن تم نے دھماکے والی گھڑی خود اس کی جگہ پر رکھ کر بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے... اس بنیاد پر صرف میں ہی نہیں، نصیر الدین صاحب بھی تمھاری سفارش کریں گے... امید ہے... عدالت بھی تمھیں رہا کردے گی..."

"اللہ آپ کا بھلا کرے۔"

پھر وہ وہاں سے گھر پہنچ گئے... حاجو خان اور اس کے بیوی بچوں کو بیگم جمشید کے حوالے کردیا گیا... صورت حال سمجھا دی گئی... ہسپتال فون کیا گیا... اکرام نے بتایا... وہ سب ہوش میں آچکے ہیں۔ وہ اسی وقت روانہ ہوگئے...

انھیں جس ہال میں رکھا گیا تھا... اس کے گرد پولیس کا پہرہ تھا... وہ اس ہال میں داخل ہوئے... اندر اکرام موجود تھا...

"کچھ بتایا انھوں نے۔"

"جی ابھی نہیں۔"

وہ آگے بڑھے... انھوں نے باری باری سب سے بات کی... لیکن ان میں وہ آواز سنائی نہ دی... جو وہ خفیہ عمارت کے باہر سن چکے تھے۔

"اس کا مطلب ہے... تمھارا باس وہاں تھا ضرور... لیکن کسی الگ جگہ پر تھا۔"

"جی... جی ہاں... وہ ایک درخت پر تھا..."

"اوہ!" وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

"جب تم لوگ پیچھے ہٹے تھے... کیا وہ اس وقت درخت پر ہی تھا۔"

"جی ہاں بالکل۔"

"اس کا نام... حلیہ..."

"ہم اس کا نام نہیں جانتے... نہ حلیہ بیان کرسکتے ہیں... کیونکہ وہ نقاب میں تھا..."

"تم اس کے لیے کب سے کام کررہے ہو... وہ تمھارا نیا باس ہے یا کوئی پرانا آدمی ہے۔"

"بہت پرانا... اس کا ہمارا ساتھ تو برسوں پرانا ہے۔"

"حیرت ہے... پھر بھی تم اس کا نام نہیں جانتے۔"

"بس... ہم اسے باس کہتے ہیں۔"

"وہ تمھیں احکامات کس طرح دیتا ہے... کہاں ملتا ہے... کچھ تو بتاؤ۔"

"ہمارا گروہ بہت پرانا ہے... وہ ہر ماہ ہمیں ہماری تنخواہ کے

بلاتا ہے... وہیں ہمیں گھنوا دیتا ہے... نئے احکامات دیتا ہے... یا پھر فون پر رابطہ کرتا ہے۔''

''اس کا فون نمبر۔''

''فون اسی بلڈنگ کا ہے... ایکس ٹینشن نمبر دبانا پڑتا ہے 8 نمبر ہے۔''

''فون نمبر بتاؤ۔''

انھوں نے نمبر بتا دیا... نمبر ڈائل کیا گیا... لیکن 8 نمبر سے کسی نے فون نہ اٹھایا... اب وہ سمجھ گئے کہ ان لوگوں کا باس کوئی مقامی آدمی ہے... اس مقامی آدمی سے بلتان کام لے رہا ہے... وہ خود سامنے نہیں آیا... گویا بلتان تک پہنچنا اتنا آسان کام نہیں تھا... آخر وہ ہارڈی بلڈنگ پہنچے... اس بلڈنگ میں بے شمار کمرے تھے... کمرے کرائے پر دیے جاتے تھے... عمارت کے مالک کا نام بھی ہارڈی تھا... انھوں نے اس سے ملاقات کی... وہ پریشان ہوگیا... گھبرا سا گیا۔

''میں کیا خدمت کرسکتا ہوں۔''

''کمرہ نمبر 302 میں کون رہتا ہے۔''

''جج... جی... کمرہ نمبر 302 میں۔'' وہ بری طرح ہکلانے لگا۔

''ہاں!'' انسپکٹر جمشید نے اسے گھورا۔

''وہ ایک پراسرار آدمی ہے... شاید اپنا حلیہ تبدیل کیے رہتا ہے... اور جناب! ہمارا کام تو عمارت کے کمرے کرائے پر دینا ہے... میں نے یہ عمارت اسی لیے بنوائی ہے۔'' اس نے جلدی جلدی کہا۔

''ہوں... ٹھیک ہے... کیا وہ اس کمرے میں آتا جاتا ہے۔''

''ہاں جی... بالکل آتا جاتا ہے۔''

''ہم اس کمرے کو دیکھنا چاہتے ہیں۔''

''میرے پاس ہر کمرے کی چابی ہوتی ہے... کمرہ کھول کر دکھا سکتا ہوں...''

''چلیے پھر۔''

وہ اس کے ساتھ کمرے میں آئے... پھر انھوں نے اکرام کے ذریعے کمرے سے انگلیوں کے نشانات اٹھوائے...

''اکرام اب تم ان نشانات کو چیک کر لو... شاید ہمارے ریکارڈ میں یہ نشانات مل جائیں۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''جی اچھا۔''

''اور ہاں مسٹر ہارڈی کی انگلیوں کے نشانات بھی لے لو۔''

''جی... کیا مطلب... یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں... میرا بھلا کسی معاملے سے کیوں تعلق ہونے لگا... میں تو ایک سیدھا سادا عام سا آدمی ہوں...''

''تب پھر انگلیوں کے نشانات دینے میں کیا ڈر؟'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''اوہ ہاں... واقعی... یہ بھی ٹھیک ہے۔''

پھر اس نے نشانات دے دیے... ان پر ایک نظر ڈالتے ہی اکرام کے چہرے پر حیرت کے آثار ابھر آئے... اس نے جلدی سے کمرے میں پائے جانے والے نشانات کو ان نشانات سے ملایا تو اچھل پڑا۔

''یہ... اس کمرے میں پائے جانے والے نشانات مسٹر ہارڈی کے ہیں۔''

''اس... اس سے کیا ہوتا ہے... مجھے تو آخر ہر کمرے میں جانا آنا پڑتا ہے... صفائی کرانا پڑتی ہے... کرائے داروں کے آرام کا خیال کرنا پڑتا ہے۔''

''اکرام... چند اور کمروں سے انگلیوں کے نشانات اٹھواؤ۔''

''جی... کیا مطلب... اکرام اور ہارڈی نے ایک ساتھ کہا۔

''مطلب یہ کہ ہم دیکھنا چاہتے ہیں... دوسرے کمروں میں بھی اسی طرح آپ کی انگلیوں کے نشانات ملتے ہیں یا نہیں۔''

''اوہ... اوہ۔'' اس کے منہ سے نکلا۔

اکرام نے جلد ہی اپنا یہ کام بھی مکمل کر لیا... پھر وہ ان کی طرف آیا۔

''نہیں سر... کسی کمرے سے مسٹر ہارڈی کی انگلیوں کے نشانات نہیں ملے... دوسرے ملازموں کے ضرور ملے ہیں... جو صفائی کرتے ہیں۔''

ہارڈی کا چہرہ زرد پڑ گیا... عین اس لمحے انسپکٹر جمشید کے موبائل کی گھنٹی بجی... جونہی انھوں نے فون آن کیا... دوسری طرف سے بیگم جمشید کی خوف زدہ آواز ابھری:

''میں خطرہ محسوس کر رہی ہوں۔''

(جاری ہے)

سُود کا وبال

بنت احمد

ایک حدیث میں آتا ہے ''لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں کوئی فرد ... نہیں بچے گا جو سود نہیں کھائے گا، اسے بھی سود کا غبار تو ضرور پہنچے گا۔'' (مشکوٰۃ شریف ...
یہ پیش گوئی آج کے دور پر بالکل صحیح بیٹھتی ہے۔ پورا معاشرہ اس دور میں سود کا ...
جب کہ اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام اور تجارت کو حلال قرار دیا ہے... آج اگر کوئی سود ...
ہے تو بھی سود کا غبار اس تک پہنچ رہا ہے۔ لوگ اس حد تک اس سے مانوس ہو چکے ہیں ...
دار لوگ بھی سود کھاتے نظر آتے ہیں۔

لوگ عام طور پر کہتے نظر آتے ہیں:

''سود اب معاشرتی ضرورت بن چکا ہے۔ اس سے بچنا ممکن نہیں۔''

یاد رکھیے سود ایک معاشرتی لعنت ہے۔ اس سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔ ک...
تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرما دیا ہے:

''مسلمانو! تم سود در سود کو ذریعہ معاش ہرگز نہ بناؤ۔'' (آل عمران)

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اے ایمان والو! اگر واقعی تم مسلمان ہو (سود حرام قرار دیے جانے کے بعد ...
تمہارا باقی رہ گیا ہے، اس سے درگزر کرو (یعنی اس کو چھوڑ دو) اور اگر تم ایسا نہیں کرو ...
اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کا اعلان قبول کرو۔'' (سورۃ البقرہ)

گویا سود لینا اللہ اور اس کے رسول سے جنگ مول لینا ہے۔

سورہ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:

''اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کی پرورش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کافر بد ...
طرح پسند نہیں کرتا۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ تمہاری نظروں میں سود سے مال میں ترقی ہو رہی ...
دنیا میں اس شخص کو دوسروں کی دشمنیاں اور مال کی بہتات کی وجہ سے دلی بے اطمینانی ...
چینی نصیب ہوتی ہے۔ اور زیادہ کی خواہش کی بدولت سود سے فائدے کی بجائے ...
ہوتا ہے... اور آخرت میں تو نقصان ہی نقصان ہے۔

آج اکثر لوگ بینک سے ملنے والے سود کو منافع کا نام دیتے ہیں... ایسے لوگ ...
میں نہ رہیں... یہ خالص سود ہے... اور جہنم میں لے جانے کا آسان راستہ ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے، جو لوگ سود کھاتے ہیں... وہ قیامت میں اللہ کے ...
دہشت سے بدحواس ہوں گے... کیونکہ دنیا میں دن کی سخت گرمی سے محتاجوں کو ...
تھی... اور یہ اس لیے ہوگا کہ یہ دنیا میں کہا کرتے تھے، سود اور تجارت میں کیا فرق ...

قابل غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی اور گناہ پر اپنے اور اپنے رسول صلی ...
وسلم سے جنگ مول لینا قرار نہیں دیا۔ یہاں تک کہ سود کی تحریر لکھنے والے اور گوا...
والے پر بھی اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔ اور یہ بات کس قدر خوفناک ہے۔

ادیب بنیے انعامی مقابلہ سلسلہ نمبر ...

ادیب بنیے انعامی مقابلہ سلسلہ نمبر 8 کا انعقاد کیا جا رہا ہے، اس کے لیے 80 تا 100 سطروں پر مشتمل خود اپنی لکھی ہوئی کہانیاں جو پہلے کہیں شائع نہ ہوئی ہوں، نام، مکمل پتے اور فون نمبر کے ساتھ جلد روانہ کر دیں۔ آپ کی تحریریں ... کے اندر اندر موصول ہو جانی چا... اول، دوم اور سوم پوزیشن ... کرنے والوں کو حسب سابق ... کتب بطور انعام دی جائیں گی۔

4

سلسلہ وار ناول

سازشی چہرہ

فون سنتے ہی انسپکٹر جمشید پریشان ہو گئے ... انھوں نے فوراً اکرام کی طرف رخ کیا:

"اسے لے جا کر حوالات میں بند کر دو ... اس سے بلتان کے بارے میں ضرور کچھ معلوم ہو سکتا ہے ... ادھر گھر میں کسی گڑبڑ کا امکان ہے ... غالباً بلتان حاجو کو سزا دینے کے لیے بری طرح بے چین ہے ... اور جلد از جلد اس کام سے فارغ ہو جانا چاہتا ہے۔"

وہ اندھا دھند انداز میں گاڑی چلاتے گھر پہنچے ... گھر کا دروازہ بند تھا۔ محمود نے دوڑ کر گھنٹی کا بٹن دبا دیا ... دس پندرہ سیکنڈ گزرنے پر اس نے پھر بٹن دبا دیا ... اندر گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی ... لیکن بیگم جمشید نے پھر بھی دروازہ نہ کھولا ... اب تو ان کی پریشانی بڑھ گئی ... دروازہ اندر سے بند تھا ...

"محمود ... دوڑ کر جاؤ، بیگم شیرازی کی چھت سے اپنی چھت پر آ جاؤ ... دیکھو زینہ کھلا ہے یا نہیں۔"

"جی اچھا!" یہ کہتے ہی اس نے دوڑ لگا دی۔ پھر بیگم شیرازی کے دروازے سے اس کی خوف زدہ آواز آئی:

"ابا جان ... دروازہ اندر سے بند نہیں ہے ... اس کا مطلب ہے ... گڑبڑ دونوں گھروں میں پھیلی ہوئی ہے۔"

وہ دوڑ پڑے ... بیگم شیرازی کے گھر میں داخل ہوئے ... پورا گھر سنسان پڑا تھا ... اب وہ چھت پر آئے ... وہاں سے اپنی چھت پر اترے ... زینہ کھلا تھا ... بے تحاشہ انداز میں سیڑھیاں اترتے نیچے پہنچے ... بیگم جمشید غائب تھیں ... صحن کی میز پر ایک کاغذ موجود تھا ... کاغذ میں ایک خنجر گڑا تھا ... خنجر کی نوک خون آلود تھی ... انھوں نے جھک کر کاغذ پر لکھے الفاظ پڑھے ... لکھا تھا:

"میں حاجو خان، اس کے بیوی بچوں، بیگم جمشید اور بیگم شیرازی کو لے جا رہا ہوں ... انھیں چھڑانے کا شوق ہو تو جزیرہ نانگا پر آ جانا ... ملاقات ہو جائے گی۔"

الفاظ پڑھ کر انھوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"ہم سے غلطی ہوئی ... حاجو خان اور اس کے بیوی بچوں کو صرف بیگم کی حفاظت میں دینا کافی نہیں تھا جب کہ مقابلہ بلتان سے ہے ... لیکن اب تو غلطی ہو چکی تھی۔"

"اور یہ ... جزیرہ نانگا کہاں ہے۔" پروفیسر داؤد ہکلائے۔

"میں نے بھی اس جزیرے کا نام پہلی بار سنا ہے ... دنیا کے نقشے میں دیکھنا ہوگا یا پھر جغرافیے کے کسی ماہر سے پوچھ لیتے ہیں ... ہاں یاد آیا ... ہمارے شہر میں ایک غیر ملکی جغرافیہ دان ہے تو سہی ... ایک بار کسی سلسلے میں اخبار میں اس کا ذکر آیا تھا ... اب یاد کرتا ہوگا ... وہ کون سا اخبار تھا ... لیکن ... نہیں ... اخبارات کے مدیروں کو فون کرنا زیادہ بہتر ہوگا۔"

اب انہوں نے ایک اخبار کے مدیر کو فون کیا ... اپنا تعارف کرانے کے بعد وہ بولے:

"ہمارے شہر میں ایک غیر ملکی

جغرافیہ دان رہتے ہیں ... ہمیں ان سے کچھ کام ہے ... کیا آپ کو ان کے بارے میں کچھ معلوم ہے۔"

"جی ہاں! کیوں نہیں ... ان کا نام پروفیسر جیفر سام ہے ... اور وہ نیو موون ٹاؤن میں رہتے ہیں۔ کوٹھی کا نمبر G.108 ہے۔"

"بہت بہت شکریہ! آپ نے تو ہمارا بہت سا وقت بچا دیا ..."

وہ فوراً پروفیسر سام کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کی کوٹھی تلاش کرنے میں انھیں کوئی دقت نہ ہوئی ... وہ اس علاقے کے مشہور آدمی تھے ... ان سے خوش ہو کر ملے۔

"ہم صرف یہ جاننا چاہتے ہیں کہ جزیرہ نانگا کہاں ہے۔"

"اوہ نہیں۔" پروفیسر سام نے خوف کے عالم میں کہا۔

"کیا ہوا؟" پروفیسر داؤد حیران ہو کر بولے۔

"آپ ... آپ لوگ اس جزیرے کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہیں۔"

"ہمیں وہاں جانا ہے۔"

"میں اس کا مشورہ ہرگز نہیں دوں گا۔" اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"جی ... کیا مطلب ... کیا ہے وہاں۔"

"سوائے موت کے اور کچھ نہیں ... اس جزیرے پر جب بھی کوئی گیا ... لوٹ کر نہیں آیا۔ کوئی اس جزیرے کی کہانی نہیں سنا سکا آج تک ... وہاں کیا ہے ... کوئی نہیں جانتا ..." پروفیسر نے جلدی جلدی کہا۔

"آپ نے ہمارا شوق اور بڑھا دیا ... بات یہ ہے پروفیسر صاحب ... ایک بین الاقوامی شخص ہے ... بلتان ... کیا آپ نے اس کا نام سنا ہے۔"

"بالکل سنا ہے ... بہت خطرناک آدمی ہے ... حکومتیں اس سے ڈرتی ہیں۔"

"بالکل ٹھیک ... وہ شخص ہمارے کچھ ساتھیوں کو اغوا کر کے جزیرہ نانگا لے گیا ہے۔"

"ارے باپ رے ..." پروفیسر سام بوکھلا اٹھے۔

"لہٰذا آپ ہمیں صرف یہ بتا دیں کہ یہ جزیرہ کہاں ہے؟"

"مجھے افسوس ہے۔" پروفیسر بولے۔

"آپ کو افسوس ہے ... لیکن کس بات پر جلدی بتائیے ... تاکہ ہم بھی اس افسوس میں شریک ہو جائیں۔"

پروفیسر سام نے فاروق کو تیز نظروں سے دیکھا، پھر بولے:

"یہ صاحب کچھ پاگل تو نہیں ہیں۔"

"جی نہیں ... ان کی باتوں کا برا نہ مانیں اور مہربانی فرما کر ہمیں اس جزیرے کے بارے میں بتا دیں۔"

"گویا آپ رک نہیں سکتے۔"

"پروفیسر صاحب ... شاید آپ نے

Qist 5 ,No. 193

Scanned by CamScanner

توجہ نہیں فرمائی... بلتان ہمارے ساتھیوں کو اٹھا لے گیا ہے... ہم کیسے رک سکتے ہیں۔"

"آپ کی مرضی... بلتان نے اگر آپ کو جزیرہ نانگا بلایا ہے تو اس نے وہاں آپ لوگوں کے خلاف جال بچھا رکھا ہوگا... وہ ایسے ہی تو آپ کو چیلنج نہیں کر سکتا۔"

"یہ بات ہم سمجھتے ہیں... لیکن ہم مجبور ہیں... یہ تو ہمارے اپنے گھر کے دو افراد اور چند دوسرے افراد کی بات ہے... اگر وہ ہمارے گھر کے افراد کو نہ لے جاتا تو بھی ہم ضرور جاتے... لہٰذا آپ ہمیں روکنے کی بالکل کوشش نہ کریں۔"

"اچھی بات ہے... میں آپ لوگوں کو سمندری راستے کا نقشہ بنا دیتا ہوں... اگر آپ نے اس نقشے کے مطابق سفر کیا تو سمندر میں بھٹکنے سے بچ جائیں گے... یا پھر میں خود آپ لوگوں کے ساتھ چلوں اور جزیرے تک پہنچا کر لوٹ آؤں... کیا خیال ہے..."

"یہ اور بھی اچھی بات ہوگی..." فاروق بول اٹھا۔

ایک بار پھر پروفیسر نے فاروق کو گھورا۔

"کیا آپ خاموش نہیں رہ سکتے۔"

"لیکن جناب! آپ کو میرے بولنے پر ہی کیوں اعتراض ہے..." فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں واقعی... یہ عجیب بات ہے۔" پروفیسر بولے۔

"کیا فرمایا آپ نے..." محمود کو ان کی بات سن کر حیرت ہوئی۔

"ان صاحب کی آواز میرے کانوں میں تیر کی طرح لگتی ہے... جب کہ باقی لوگوں کی آواز سن کر میں نے ایسی کوئی بات محسوس نہیں کی۔"

"اگر یہ بات ہے... تو میں اب آپ سے کوئی بات نہیں کروں گا... آپ بے فکر رہیں۔" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"بہت بہت شکریہ! اس صورت میں میں آپ لوگوں کے ساتھ جا سکوں گا... لیکن آپ کو میرے وقت کی قیمت ادا کرنا ہوگی۔"

"اوہ ضرور ضرور... کیوں نہیں۔" خان عبدالرحمٰن نے فوراً کہا۔

"چلیے ٹھیک ہے... پھر ہم کب چل رہے ہیں۔"

"آپ تیاری کرلیں... ایک بڑی لانچ کا انتظام کر لیں... اس کو مشرقی ساحل پر بھجوا دیں... آپ کل صبح ٹھیک آٹھ بجے یہاں آجائیں، میں تیار ملوں گا..."

"اور آپ کا معاوضہ کیا ہوگا۔" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"اوہو جمشید! اس کو رہنے دو... جو یہ مانگیں گے... دے دیں گے۔" خان عبدالرحمان جلدی سے بولے۔

"نہیں بھئی... پہلے طے کرنا اچھا ہوتا ہے۔"

"ٹھیک ہے... میں دس ہزار روپے لوں گا... آپ لانچ کے ذریعے مجھے واپس بھجوائیں گے۔"

"لیکن اگر ہمیں وہاں دیر لگنے کا امکان نہ ہوا تو آپ ہمارے ساتھ بھی تو آسکتے ہیں۔"

"میں ذرا بزدل سا آدمی واقع ہوا ہوں... لڑائی بھڑائی کا تجربہ نہیں... آپ کو تو وہاں جا کر کرنا ہوگی جنگ... بلتان سے جنگ کرنا اتنا بھی آسان نہیں کہ میں وہاں رک کر آپ لوگوں کی فتح کا انتظار کروں گا... اس سے یہ بہتر ہوگا کہ جونہی آپ لوگ جزیرے پر پہنچیں... پہلے آپ مجھے واپس بھجوا دیں اور اپنے لیے لانچ واپس منگوالیں۔"

"اس کا مطلب ہے... جزیرہ ساحل سے زیادہ دور نہیں ہے۔"

اشتیاق احمد

"ایک دن اور ایک رات کا فاصلہ ہے۔" اس نے کہا۔

"خیر یونہی سہی... پروگرام طے ہوگیا... ہم کل آٹھ بجے پہنچ جائیں گے۔"

"اور انکل۔" فاروق نے کچھ کہنا چاہا... لیکن پھر یاد آنے پر اس نے فوراً اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا... سب لوگ مسکرا دیے... جب کہ پروفیسر سام کا چہرہ تن گیا تھا... لیکن جونہی فاروق رکا... چہرہ معمول پر آ گیا...

"شکریہ... آپ نے جملہ درمیان میں روک دیا..."

"کیا واقعی میری آواز آپ کے لیے اس حد تک تکلیف دہ ہے۔"

"ہاں! مجھے اپنے کانوں کے پردے پھٹتے محسوس ہوتے ہیں... یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میرے دماغ میں کوئی چیز ٹوٹ رہی ہے۔"

"کیا پہلے بھی کسی کی آواز سن کر آپ کو ایسا محسوس ہوا ہے۔"

"نہیں... زندگی میں پہلی بار ایسا محسوس کر رہا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ ان صاحب کی آواز مجھے پھر سنائی نہ دے۔"

"ہم کوشش کریں گے کہ فاروق کو آپ سے فاصلے پر رکھیں... اور اس کی آواز آپ کے کانوں تک نہ پہنچ سکے..."

"میں ان کے سامنے سرگوشی کرتا رہوں گا۔" فاروق بول پڑا۔

"اُف اُف۔" پروفیسر اچھل پڑا... اس کا رنگ زرد پڑ گیا... پھر اس نے کہا۔

"نہیں... نہیں... میں آپ لوگوں کے ساتھ اس مہم پر نہیں جاؤں گا۔"

"حد ہوگئی فاروق... پروفیسر صاحب! آپ پریشان نہ ہوں... اس بات کی ذمے داری میں لیتا ہوں کہ اب آپ کو فاروق کی آواز سنائی نہیں دے گی..."

"یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" فاروق نے جلدی سے اشاروں میں کہا... اس بار اس کے صرف ہونٹ ہلے تھے... آواز سنائی نہیں دی تھی۔

"ہاں فاروق! یہ ٹھیک رہے گا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا ٹھیک رہے گا۔" پروفیسر سام جھلائے ہوئے انداز میں بولے۔

"اس بار فاروق نے اشاروں میں بات کی ہے... اور ہم نے اس کی بات کو سمجھ لیا ہے۔"

"چلیے پھر یونہی سہی... لیکن آپ خیال رکھیے گا... اس وقت بھی میرے دماغ میں دھماکے ہو رہے ہیں... پتا نہیں... کتنی دیر تک جاری رہیں گے... کہیں یہ دس ہزار مجھے مہنگے نہ پڑیں۔"

"آپ فکر نہ کریں... ہم آپ کو 20 ہزار ادا کریں گے۔" خان عبدالرحمان جلدی سے بولے۔

انسپکٹر جمشید نے انھیں گھورا... پھر وہ اٹھ کر چلے آئے۔

دوسرے دن ٹھیک آٹھ بجے وہ پروفیسر سام کے دروازے کی گھنٹی بجا رہے تھے... وہ فوراً ہی باہر آگئے... اب خان عبدالرحمان کی بڑی گاڑی میں ساحل کی طرف سفر شروع ہوا... ایسے میں فاروق نے اشاروں میں کہا:

"ابا جان! اس گاڑی میں کہیں نہ کہیں گڑبڑ ہے... مہربانی فرما کر گاڑی کو چیک کرالیجیے۔"

(جاری ہے)

مثالی طالب علم

ابراہیم حیدری۔ کورنگی کراچی

مثالی طالب علم وہ ہے:

- جو اپنے آپ کو استاد کا غلام سمجھے اور اپنے استاد کو اپنا آقا سمجھے۔
- جو اپنے استاد کی خدمت کے ساتھ ساتھ درس و تکرار کی بھی پابندی کرتا ہو۔
- جو سوالات کرنے کا عادی ہو۔
- جو مسئلے کو سمجھنے کے بعد اللہ کی تعریف کرے اور اس کا شکر ادا کرے۔
- جو علم حاصل کرنے کے لیے کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لائے۔
- جو راتوں کو جاگتا ہو، اپنے رب ذوالجلال سے مانگتا ہو اور مطالعے میں اپنا وقت گزارتا ہو۔
- جب بات کرے تو اس کا انداز بیان گواہی دے کہ یہ طالب علم ہے۔
- جب لباس پہنے تو اس کا لباس گواہی دے کہ یہ طالب علم ہے۔
- جو معاملات وہ کرے تو اس کے معاملات گواہی دیں کہ یہ طالب علم ہے۔

Scanned by CamScanner

سلسلہ وار ناول

سازشی چہرہ

(۶)

Qist 6 ,No. 194

انسپکٹر جمشید نے چونک کر فاروق کی طرف دیکھا۔

"کیا تم نے کوئی بات محسوس کی ہے؟"

"جی نہیں! بات تو کوئی محسوس نہیں کی... لیکن نہ جانے کیوں... یہ خیال بار بار آرہا ہے کہ کہیں کوئی گڑبڑ ہے۔"

"محمود! تم کیا کہتے ہو۔"

"وہی جو فاروق نے کہا ہے۔" محمود نے بھی پریشانی کے عالم میں کہا۔

"خوب خوب... خان عبدالرحمان... تم؟"

"میں نے ایسی ویسی کوئی بات محسوس نہیں کی۔" انھوں نے منہ بنایا۔

"پروفیسر صاحب! آپ کیا کہتے ہیں۔"

"میں نے تو بالکل کوئی بات محسوس ہی نہیں کی۔"

"لیکن مشکل ایک اور ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اور وہ کیا جمشید" پروفیسر داؤد جلدی سے بولے۔

"یہ کہ... میں بھی یہی بات محسوس کر رہا ہوں... اور ان دونوں کی نسبت پہلے سے محسوس کر رہا ہوں۔" انھوں نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"تب پھر آگے چلنے سے پہلے گاڑی کو چیک کرنا بہتر ہوگا... آپ لوگوں کے ساتھ کہیں میں بھی نہ مارا جاؤں اور یہ دس ہزار روپے مجھے مہنگے نہ پڑیں۔" پروفیسر جیفر سام نے گھبرا کر کہا۔

"ٹھیک ہے... گاڑی روک دو۔"

گاڑی رک گئی... وہ نیچے اتر آئے... اب گاڑی کی اچھی طرح تلاشی لی گئی... یہاں تک کہ بعد میں پروفیسر داؤد نے آلات کے ذریعے بھی تلاشی لی... لیکن کوئی ایسی ویسی چیز نہ ملی...

"میرا خیال ہے... ہمیں وہم ہوا ہے... آؤ چلیں۔"

وہ ایک بار پھر روانہ ہوئے... فاروق نے بے چینی کے عالم میں پہلو بدلا... انسپکٹر جمشید اس کی طرف دیکھ کر مسکرائے... یہی حالت محمود کی نظر آئی... گویا ان کا احساس ابھی تک باقی تھا...

پھر وہ ساحل پر پہنچ گئے... لانچ بالکل تیار کھڑی تھی... اکرام انھیں ساحل پر کھڑا نظر آیا۔ لانچ کا اپنی سیٹ پر چوکس بیٹھا تھا۔

"ہاں اکرام! کہیں کوئی گڑبڑ تو محسوس نہیں ہوئی۔"

"جی... جی نہیں... ہر طرح خیریت ہے۔"

"ٹھیک ہے... تم اپنے چند ماتحت یہاں مقرر کر دو... پروفیسر سام ہمیں جزیرے تک پہنچا کر واپس آئیں گے... انھیں گھر پہنچانا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے جناب... انھیں یہاں گاڑی تیار ملے گی۔"

اب وہ لانچ میں سوار ہو کر روانہ ہوئے... اکرام نے ہاتھ ہلا کر انھیں الوداع کہا... جلد ہی لانچ اکرام کی نظروں سے اوجھل ہوگئی... وہ اپنی گاڑی پر آیا تھا... ماتحت ساتھ تھے... اس نے ماتحتوں کو ہدایات دیں اور خود خان عبدالرحمان کی گاڑی کی طرف بڑھا... عین اس لمحے ایک زبردست دھماکا ہوا... اور گاڑی کے پرخچے اڑ گئے... اکرام اچھل کر دور جا گرا، وہ چند لمحے تک پھٹی پھٹی آنکھوں سے ادھر اُدھر دیکھتا رہا... اس کے ماتحت بھی اپنی گاڑی سے باہر نکل آئے تھے... ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں...

آخر اکرام نے انسپکٹر جمشید کے نمبر ملائے... سلسلہ ملنے پر وہ بولا:

"سر! گاڑی کے پرخچے اڑ گئے!"

"کیا مطلب؟" ان کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

اکرام نے وضاحت کی... تو وہ سکتے میں آگئے... آخر انھوں نے کہا۔

"ٹھیک ہے... اپنے مزید ماتحتوں کو بلا لو... جائے واردات پر اپنی کارروائی مکمل کر لو..."

"بہت بہتر جناب!"

فون بند کر کے انسپکٹر جمشید ان کی طرف مڑے:

"ہم تینوں کا احساس درست تھا... گاڑی میں بم تھا... خان رحمان کی گاڑی ٹکڑوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔"

"کیا... نہیں۔" وہ چلائے۔

چند لمحے تک وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے، ایسے میں پروفیسر داؤد کھوئے کھوئے انداز میں بولے۔

"لیکن ہم نے تو گاڑی کو بہت اچھی طرح دیکھا تھا۔"

"ہمارا خیال درست تھا... گاڑی میں گڑبڑ تھی... حیرت اسی پر ہے کہ ہم اس کے بارے میں جان کیوں نہ سکے۔"

"اور میں اب اور زیادہ خوف محسوس کر رہا ہوں... میرا خیال ہے... ہمیں واپس ساحل پر چلنا چاہیے... ہم اپنا یہ سفر پھر سے شروع کریں گے... کیونکہ روانہ ہونے سے پہلے ہم نے لانچ کو بھی چیک نہیں کیا۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"اب اس کا کوئی فائدہ نہیں... جو ہونا ہے، ہو کر رہے گا... پھر ہمیں جزیرہ نانگا پر تو جانا ہی ہے... ہم کیسے رک سکتے ہیں۔"

"مم... میرا مشورہ بھی یہی ہے کہ واپس چلتے ہیں۔" پروفیسر سام نے کانپتی آواز میں کہا۔

"اگر اس لانچ پر بم موجود ہے تو یہ ہمارے واپس پہنچنے سے پہلے پھٹ جائے گا... لہٰذا واپس جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا... ہاں لانچ کی رفتار بڑھا کر جلد از جلد جزیرے پر پہنچنے کی کوشش کر لی جائے اور اس دوران لانچ کی تلاشی جاری رکھی جائے۔"

"یہ ٹھیک رہے گا جمشید۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"تب پھر آپ اپنے آلات کے ذریعے تلاشی لے لیں۔"

"وہ تو میں نے پہلے بھی لی تھی... لیکن گاڑی سے کوئی بم نہیں ملا تھا... حالاں کہ بم گاڑی میں موجود تھا۔"

"اس پر ہم سب کو حیرت ہے...

Scanned by CamScanner

لیکن اس کے باوجود ہمیں اپنا کام کرنا ہوگا..."

انھوں نے لانچ کی اچھی طرح تلاشی لی... لیکن کوئی بم وم نہ ملا... ان کا سفر جاری رہا...

آخر کار پروفیسر سام کی آواز ابھری:

"وہ رہا جزیرہ نانگا۔"

وہ سب جزیرے کو دیکھنے میں محو ہوگئے... آخر لانچ ساحل سے جا لگی... وہ اتر پڑے... ان کے ساتھ پروفیسر سام بھی اتر آئے... اور بولے:

"یہ چھوٹا سا جزیرہ ہے... دو کلومیٹر میں پھیلا ہوا ہے... اس میں بہت گھنے درخت ہیں... اور بہت زیادہ بڑے اور تن آور ہیں... میں حیران ہوں... آپ لوگ یہاں کیوں آئے ہیں... یہاں تو کوئی بھی نظر نہیں آرہا۔"

"ہمارے ساتھی اور انھیں اغوا کرنے والے آگے کہیں ہوں گے... ہمیں پورا جزیرہ تو نظر نہیں آرہا۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"ہاں! یہی بات ہے جمشید... پروفیسر صاحب اب آپ واپس جاسکتے ہیں... کپتان صاحب آپ انھیں لے جائیں... ساحل پر ان کے لیے گاڑی تیار ملے گی۔"

"او کے سر۔" اس نے کہا... وہ بھی ان کے ساتھ لانچ سے اتر کر ساحل پر آگیا تھا۔

"نن... نہیں..." پروفیسر سام ہکلائے۔

"جی... کیا کہا آپ نے۔"

"مجھے... خوف محسوس ہورہا ہے... کہیں گاڑی کی طرح یہ لانچ بھی نہ اڑ جائے۔"

"ارے! باپ رے۔" ڈرائیور بھی کانپ گیا۔

"لیکن ہمارے ساتھ آپ کیسے رہ سکیں گے... ہم تو یہاں موت اور زندگی کی جنگ لڑنے آئے ہیں... آپ کو معلوم نہیں..." انسپکٹر جمشید یہاں تک کہہ کر خاموش ہوگئے۔

"کیا معلوم نہیں۔"

"مجرم نے ہمیں یہاں کس لیے بلایا ہے۔"

"کس لیے بلایا ہے۔"

"وہ ہمیں موت کے گھاٹ اتار دینا چاہتا ہے۔"

"لیکن کیوں۔"

"اس وقت وہ جس ملک کے لیے کام کر رہا ہے... اس ملک کی یہی خواہش ہے... حاجو خان اور میری بیگم وغیرہ کو اغوا کر کے یہاں لانے کا مقصد بھی یہی ہے کہ وہ ہم سب کو آسانی سے ٹھکانے لگا سکے۔"

اللہ کے نام

ارشد خرم

اَلضَّارُّ کا مطلب ہے ضرر یعنی نقصان پہنچانے والا، ضرر اور شر کا خالق۔
اَلنَّافِعُ کا مطلب ہے نفع پہنچانے والا۔ نفعے اور خیر کا پیدا کرنے والا۔

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ خیر و شر اور نفع و ضرر کے خالق ہیں۔ بھلائی برائی، دکھ درد، شفا و آرام، راحت و مصیبت، گرمی سردی اور خشکی تری سب اسی کے پیدا کردہ ہیں۔ اس لئے ہمیں ہر فائدہ اس سے طلب کرنا چاہئے اور ہر نقصان سے بچنے کے لئے اس کا دامن رحمت تھامنا چاہئے۔

"اور آپ یہاں آگئے۔" پروفیسر سام نے حیران ہو کر کہا۔

"اور ہم کر بھی کیا سکتے تھے... بلتان کی منصوبہ بندی اسی قسم کی ہوتی ہے... وہ ہر طرف سے اپنے دشمن کو بالکل بے بس کر دیتا ہے... اور ہمارے ساتھ بھی وہ ایسا ہی کھیل کھیلنا چاہتا ہے..."

اشتیاق احمد

عین اس لمحے کان پھاڑ دینے والا ایک دھماکا ہوا... وہ بری طرح اچھل کر دور جا گرے... انھوں نے خود کو سنبھال کر ساحل کی طرف دیکھا تو لانچ کے پرخچے پانی پر تیرتے نظر آئے... بہت سے ٹکڑوں کو آگ لگ چکی تھی... وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ منظر دیکھتے رہے...

"اللہ اپنا رحم فرمائے... یہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے جمشید۔" پروفیسر داؤد نے لرزتی آواز میں کہا...

"اور... اب... اب میرا کیا ہوگا... میں کیسے واپس جاؤں گا۔" پروفیسر سام نے تھرتھراتی آواز میں کہا۔

"اور میں... میں۔" کپتان ہکلایا۔

"مجھے افسوس ہے... ہمارے ساتھ آپ لوگ بھی مصیبت میں پھنس گئے... لیکن آپ دونوں فکر نہ کریں... میں ابھی آپ کے لیے لانچ منگواتا ہوں۔"

"لیکن کیسے؟" پروفیسر سام بولے۔

"کیا مطلب..."

"لانچ یہاں تک آئے گی کیسے... نانگا جزیرے کا راستہ کپتان کیسے معلوم کرے گا... یہ تو میں تھا جو آپ لوگوں کو یہاں تک لایا ہوں۔"

"اوہ... اوہ۔"

ان کے منہ سے نکلا... پھر اچانک انسپکٹر جمشید مسکرائے...

"کوئی مسئلہ نہیں۔"

"جی... کیا کہا آپ نے... کوئی مسئلہ نہیں۔" پروفیسر سام بولے۔

"ہاں! میں نے یہی کہا ہے... کوئی مسئلہ نہیں... میں آپ دونوں کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے واپس بھجوائے دیتا ہوں... ہیلی کاپٹر کے پائلٹ سے میں برابر موبائل پر رابطہ رکھوں گا... اور یہاں ہم کپڑے اور خشک شاخوں کو آگ لگا کر دھواں بلند کرتے جائیں گے... پائلٹ دھواں دیکھ کر آخر یہاں پہنچ جائے گا۔"

"بس تو پھر پہلے آپ یہی کام کریں۔" پروفیسر سام نے جلدی سے کہا۔

"ہاں! کیوں نہیں... ہم اپنے ساتھ آپ دونوں کو خطرے میں نہیں ڈالیں گے۔"

انھوں نے موبائل نکالا، نمبر ڈائل کرنا چاہا... لیکن ان کا فون بالکل بند تھا...

"میرا فون بند ہے... محمود اپنا فون مجھے دو۔"

اس نے گھبرا کر اپنا فون نکالا... وہ بھی بند تھا... اب تو سب نے اپنے اپنے فون دیکھ ڈالے... سب کے سب بند تھے... ان کے رنگ اڑ گئے... چہروں پر ہوائیاں اڑتی نظر آئیں... ایسے میں جزیرہ ایک آواز سے گونج اٹھا۔

(جاری ہے)

Scanned by CamScanner

''خوش آمدید انسپکٹر جمشید...! مجھے تمہارا ہی انتظار تھا... اور مجھ سے زیادہ تمہاری بیوی، بیگم شیرازی، حاجو خان اور اس کے بیوی بچوں کو تمہارا انتظار تھا... ان لوگوں کا خیال تو یہ تھا کہ تم ان کے نجات دہندہ بن کر آؤ گے اور میرا خیال یہ تھا کہ تم بھی اپنی موت کی تلاش میں یہاں آؤ گے...''

''شکریہ! موت کا کیا ہے... وہ تو ایک دن آ کر رہے گی...''

''تب پھر آگے چلے آؤ.. موت تیار ہے۔''

''کیا کہا موت تیار ہے!'' پروفیسر سام چلا اٹھے۔

''ہاں موت تیار ہے!''

''بھائی صاحب! آپ موت تیار ہے تو اس طرح کہہ رہے ہیں جیسے کہہ رہے ہوں، کھانا تیار ہے۔'' محمود نے جھلا کر کہا۔ لیکن اس نے یہ الفاظ بلند آواز میں نہیں کہے تھے۔

''فکر نہ کرو... پہلے تمہیں کھانا کھلایا جائے گا... پھر موت کی نیند سلایا جائے گا۔''

''ارے باپ رے... بھائی صاحب نے تو میری آہستہ آواز بھی سن لی۔''

''اس جزیرے پر سوئی گرنے کی آواز بھی میں سن لوں گا۔''

''آپ کی تعریف۔'' محمود نے بلند آواز میں پوچھا۔

''پروفیسر صاحب... میرا تعارف اس سے کرادو۔'' آواز آئی۔

''کک... کون سے پروفیسر صاحب... یہاں تو دو عدد پروفیسر موجود ہیں۔'' پروفیسر داؤد بولے۔

''آپ تو کیا تعارف کرائیں گے... ہاں پروفیسر جیفر شاید کرادیں۔''

''نن... ہاں۔'' وہ ہکلائے۔

''آپ نے ہاں کہا یا نہیں۔''

''اپنے ساتھ آپ لوگ مجھے بھی لے بیٹھے... اب مجھے بھی آپ کے ساتھ مرنا پڑے گا۔''

''مرنا تو آپ کو ویسے بھی پڑے گا... موت تو سب کو آئے گی۔''

''اور میں... میں تو بالکل مفت میں مارا گیا۔'' لانچ کے کپتان نے لرزتی آواز میں کہا۔

''میں آپ دونوں کو واپس بھجوا دیتا ہوں...'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''کیا کہا آپ نے... آپ ہمیں واپس بھجوا سکتے ہیں، وہ کیسے؟'' کپتان کے لہجے میں بلا کی حیرت در آئی۔

''ہاں! بھجوا سکتا ہوں... کیوں پروفیسر سام... آپ واپس جانا پسند کریں گے... یا ہمارے ساتھ ٹھہرنا۔''

''حد ہوگئی... بھلا میں کیوں آپ لوگوں کے ساتھ ٹھہروں گا... ویسے لگتا ہے... جزیرے پر آتے ہی... آپ کا دماغ الٹ گیا ہے۔''

اشتیاق احمد

''اللہ کی مہربانی سے ایسا نہیں ہے۔''

''تب پھر آپ ہمیں کس طرح بھجوا سکتے ہیں... پہلے ذرا اس کی وضاحت کردیں۔''

''ابھی میرے پاس اپنے ماتحتوں سے رابطہ کرنے کا ایک ذریعہ موجود ہے۔''

''اور... اور وہ کیا؟'' وہ سب ایک ساتھ بولے۔

''میری گھڑی۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے..

''حد ہوگئی... گھڑی نہ ہوئی ٹیلی فون ہوگیا...''

''ابھی دکھاتا ہوں۔''

یہ کہہ کر انھوں نے گھڑی کی طرف ہاتھ اٹھایا... ایسے میں پروفیسر سام مارے خوف کے چلائے:

''اُف... وہ دیکھیے۔''

ساتھ ہی انھوں نے ایک سمت میں اشارہ کیا... سب نے بوکھلا کر اس طرف دیکھا... اور پھر انھیں خون اپنی رگوں میں جمتا محسوس ہوا...

انسپکٹر جمشید بھی گھڑی کا بٹن دبانے سے رہ گئے... ان گنت رائفلیں درختوں کے پیچھے سے ان کی طرف تنی ہوئی تھیں۔

''حرکت نہ کرنا، انسپکٹر جمشید... ورنہ پرخچے اڑ جائیں گے...''

وہ ساکت رہ گئے۔

''تم لوگوں کے پاس جو کچھ بھی ہے... نیچے گرادو اور پندرہ قدم گن کر آگے آجاؤ.. انسپکٹر جمشید... تم اپنی گھڑی کو ہاتھ نہیں لگاؤ گے... ہاتھ سر سے بلند کر کے کھڑے رہو... تمہارے ہاتھ سے گھڑی پروفیسر اتاریں گے... باقی لوگ اپنی سب چیزیں اتار کر نیچے گرادیں... بس جسموں پر صرف کپڑے رہ جائیں۔''

انھوں نے اپنی چیزیں گرادیں...

''پروفیسر سام... آپ انسپکٹر جمشید کی گھڑی اتار کر سمندر میں پھینک دیں... تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔''

''جج... جی... جی اچھا... حضور... لل... لیکن۔''

''لیکن کیا؟'' پوچھا گیا۔

''اگر انھوں نے مجھ پر حملہ کردیا تو۔''

''ان کے پیچھے سے آکر گھڑی اتار لیں، یہ پوری طرح ہماری زد پر ہیں۔''

''اچھی بات ہے۔'' پروفیسر سام نے کہا۔

اور پھر اس نے ان کی کمر کی طرف آکر گھڑی اتار لی... انھوں نے کوئی حرکت نہ کی... وہ واقعی پوری طرح زد پر تھے اور جو رائفلیں ان پر تنی ہوئی تھیں، وہ بہت خوفناک تھیں۔

''پروفیسر سام... آپ نے گھڑی سمندر میں گرادی۔''

''جی... جی ہاں۔'' وہ بولے۔

''اب سب لوگ پندرہ قدم آگے آجائیں۔''

ان سب نے انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھا جیسے پوچھ رہے ہوں... کیا کریں۔

''جو کہا گیا ہے، کرو... ہمارے پیچھے سمندر ہے اور آگے بلتان... اور ابھی ہماری اپنے ساتھیوں سے ملاقات بھی نہیں ہوئی... لہٰذا پندرہ قدم گن ڈالو۔'' انھوں نے خوش گوار لہجے میں کہا۔

''لیکن جناب! اس سارے معاملے میں میرا کیا قصور ہے۔'' کپتان نے روتی آواز میں کہا...

''آپ کا کوئی قصور نہیں... ہمارا بھی کوئی قصور نہیں، یہ سب تو لکھا ہوا ہے... انسان کے مقدر میں جو لکھ دیا گیا ہے... وہ پیش آکر رہے گا... لہٰذا صبر کرو... ایک بات میں تم سے کہے دیتا ہوں... اور وہ یہ کہ پہلے ہم مریں گے... بعد میں تمہاری باری آئے گی... یہ نہیں ہوگا کہ کسی موقعے پر ہم اپنی جانیں بچانے کے لیے آپ کو آگے کر دیں...''

''لیکن اس سے مجھے کیا فائدہ ہوگا۔'' اس نے برا سا منہ بنایا۔

''اگر یہ بات ہے تو پھر سن لیں... مرنا تو آپ کو ویسے بھی پڑے گا... موت اس جزیرے پر آئے یا کسی اور جگہ آئے۔''

''تم لوگ بلاوجہ دیر لگا رہے ہو... ان باتوں سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا... قدم اٹھانے کی کرو۔''

انھوں نے قدم اٹھانے شروع کر دیے... جلد ہی آواز پھر ابھری:

''یہ کیا... کچھ لوگ پیچھے کیوں رہ گئے ہیں۔''

Scanned by CamScanner

انسپکٹر جمشید، خان رحمان اور پروفیسر داؤد نے چونک کر دیکھا... محمود اور فاروق باقی سب سے کئی قدم پیچھے نظر آئے:

"کیا ہوا تمہیں۔"

"جی... ہوا تو کچھ بھی نہیں۔" محمود مسکرایا۔

"تو پھر پیچھے کیوں رہ گئے؟"

"آپ کے قدم لمبے ہیں... ہمارے چھوٹے... لہٰذا ہم پندرہ قدم اٹھا کر وہاں نہیں پہنچ سکیں گے... جہاں آپ لوگ پہنچ جائیں گے۔" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

وہ مسکرادیے... ادھر جھنجھلاتی ہوئی آواز میں کہا گیا:

"تم بھی بڑوں کے پاس پہنچ جاؤ... پندرہ قدم کا مطلب یہ نہیں کہ تم اپنے ساتھیوں تک پہنچنے کے لیے کوئی اور قدم اٹھا ہی نہیں سکتے۔"

"اب آپ نے کہا ہے تو اٹھا لیتے ہیں... ہمارا کیا جاتا ہے... آپ کہتے ہیں تو ہم اپنے ساتھیوں سے بھی آگے نکل جاتے ہیں۔"

"نہیں! اس کی ضرورت نہیں... ادھر ادھر کی باتیں نہ کرو... میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"اچھی طرح جانتے ہیں... کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تم لوگ ادھر ادھر کی باتوں میں لگا کر اپنا کام نکالنے کے ماہر ہو... لیکن میں تمہیں کوئی موقع نہیں دوں گا۔"

"چلیے خیر... نہ دیجیے گا موقع... ہم آپ سے مانگیں گے بھی نہیں۔" محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"کیا نہیں مانگیں گے۔" بلتان نے اسے گھورا۔

"بھئی موقع اور کیا۔"

"آپ لوگوں کے ساتھ میں بھی پھنس گیا... وہ دس ہزار میرے کس کام آئے۔"

"بعد میں کام آجائیں گے... فکر نہ کریں۔" محمود نے جلدی سے کہا۔

"میں... میں آگے نہیں جاؤں گا... میں تو بس جزیرے کے کنارے پر رہوں گا... کیا خبر کوئی جہاز یا لانچ اس طرف آجائے... اس صورت میں اس پر سوار تو ہو سکوں گا... لیکن اگر میں آپ لوگوں کے ساتھ آگے چلا گیا تو ایسا کوئی موقع ہاتھ نہیں آئے گا۔"

"اگر مسٹر بلتان آپ کو اجازت دیتے ہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں..." انسپکٹر جمشید نے خوش گوار لہجے میں کہا۔

"اگر یہ دونوں حضرات کنارے پر جا کر کسی گزرتے جہاز کا انتظار کرنا چاہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں... شوق سے چلے جائیں... اگر ان دونوں نے آپ لوگوں کی کسی بھی طرح سے مدد کرنے کی کوشش کی... تو پھر ان کے ساتھ کوئی رعایت نہیں ہوگی۔"

"ٹھیک ہے... ہم کیوں کریں گے ان کی مدد... ان کی وجہ سے تو ہم اس مصیبت میں پھنسے ہیں... ہماری طرف سے یہ لوگ جائیں جہنم میں..."

"ایسا تو نہ کہو... کیا تم نے اپنے بارے میں ہمارے والد کے الفاظ نہیں سنے، یعنی ان کے جذبات کیا ہیں... اور آپ کیا سوچ رہے ہیں۔"

"آپ لوگ اگر ہم سے پہلے اپنی جانیں دے دیتے ہیں تو اس سے ہمیں کیا فائدہ ہو جائے گا... ہم دونوں بھی اپنی جان سے تو ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔"

"اب بات سمجھ میں آئی... آپ دونوں جزیرے کے کنارے اس لیے ٹھہرنا چاہتے ہیں... کہ جان سے ہاتھ دھونے کے بجائے پانی سے ہاتھ دھو سکیں۔" محمود نے جل بھن کر کہا اور وہ سب مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔

"ہم کچھ بھی کریں... آپ کو کیا... اور میرا خیال ہے... ان کے دشمن کو ہمارے الگ ہو جانے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"بالکل نہیں... آپ دونوں خوشی سے کنارے پر چلے جائیں... لیکن اگر آپ لوگوں نے کوئی چال چلنے کی کوشش کی تو نقصان میں رہیں گے۔"

"ہم کوئی چال نہیں چلیں گے... ہمیں ضرورت بھی کیا ہے... کچھ کرنے کی... یہ لوگ ہمارے کس کام آئیں گے... رہ گئے آپ... آپ سے نہ ہماری دوستی ہے نہ دشمنی... اس لیے آپ سے کوئی امید ہو سکتی ہے... کیونکہ وقت کی باگ ڈور اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے۔"

"آپ دونوں عقل مند ہیں... کنارے پر چلے جائیں... اور ہمیں ان لوگوں سے فارغ ہو لینے دیں... پھر آپ لوگوں کو ساحل کی طرف بھجوا دیا جائے گا۔"

"بہت خوب... آپ کا شکریہ! آپ بہت اچھے ہیں۔" پروفیسر سام نے خوش ہو کر کہا۔

"تب پھر ایک کام کرتے جائیں۔" آواز آئی۔

"جی... وہ کیا؟"

"ان لوگوں نے جو چیزیں گرائی ہیں، وہ اٹھا کر لے جائیں اور سمندر میں گرا دیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

"اور میرے تین ساتھی ان لوگوں کی اچھی طرح تلاشی لیں... کوئی چیز ان کے پاس رہ گئی ہو تو وہ بھی نکال کر سمندر میں گرا دی جائے۔"

اس پر عمل کیا گیا... ایسے میں اچانک انسپکٹر جمشید کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔ (جاری ہے)

سلسلہ وار ناول

6

سازشی چہرہ

انسپکٹر جمشید اتنے زور سے چونکے تو ان کے ساتھی حیران رہ گئے۔

"کک... کیا ہوا ابا جان؟" محمود گھبرا کر بولا۔

"ایک خیال آیا ہے... کیا پروفیسر جیفر سام اور کپتان ساحل کی طرف جا چکے ہیں۔" وہ بولے۔

"جی ہاں... وہ تو ان لوگوں کے تلاشی شروع کرنے سے پہلے چلے گئے تھے..."

"خفیہ عمارت نمبر ایک کو جب بلتان کے آدمیوں نے گھیرا تھا تو ہم وہاں ایک آواز سنتے رہے تھے..." انھوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"جی... جی ہاں... بالکل سنتے رہے ہیں۔"

"بعد میں ہمیں بتایا گیا تھا... وہ آواز بلتان کی نہیں تھی۔"

"جی... جی ہاں! یہی بات ہے۔"

"اب جو ہم نے آواز سنی ہے... کیا یہ وہی نہیں ہے۔"

"او جی ہاں! یہ وہی آواز ہے... تو کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ بلتان کی آواز ہے۔"

"میں ابھی یہ نہیں کہ سکتا کہ یہ آواز بلتان کی ہے یا کسی اور کی... لیکن یہ آواز ہے وہی جو ہم خفیہ عمارت نمبر ایک کے باہر سنتے رہے ہیں۔"

"مطلب یہ جمشید کہ زیادہ امکان اسی بات کا ہے کہ یہی بلتان ہے۔"

"ہاں! یہ کہا جا سکتا ہے۔"

"لیکن انسپکٹر جمشید! اس سے کیا فرق پڑتا ہے بھلا۔" آواز لہرائی۔

"یہ میں بعد میں بتاؤں گا... کہ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

ان کی یہ مسکراہٹ بہت عجیب تھی... اس مسکراہٹ نے ان کے ساتھیوں کو شدید الجھن میں ڈال دیا۔

"کیا مطلب؟" وہ بول اٹھے۔

"ابھی اس کیا مطلب کو رہنے دیں۔"

وہ ہنسے۔

"لیکن ابا جان! ہم شدید الجھن محسوس کر رہے ہیں۔"

"کوئی بات نہیں... کرتے رہیں الجھن محسوس..." انھوں نے پھر عجیب انداز میں کہا۔

"مطلب یہ کہ آپ کو کوئی خاص بات معلوم ہو گئی ہے۔" فاروق نے ان کی طرف غور سے دیکھا۔

"ہاں! تم یہ کہہ سکتے ہو۔"

"اب یہ اپنی ادھر ادھر کی باتیں ختم کرو... اور قدم اٹھاؤ... اور میرے ماتحتو... تم یہ ہدایت سن لو... اگر اب ان کے قدم رکیں تو پیچھے سے فائر کر دینا..."

"او کے سر۔"

"پیچھے سے چند ہوائی فائر کر کے انھیں جتا دو کہ تم لوگ ان کے پیچھے واقعی موجود ہو اور بہت آسانی سے تم انھیں نشانہ بنا سکتے ہو... سب لوگ ایک ہی وقت میں فائر کریں۔"

"او کے سر۔"

اس کے ساتھ ہی جزیرہ ان گنت گولیوں کی آوازوں سے گونج اٹھا... جزیرے کے پرندے خوف زدہ انداز میں درختوں پر سے اڑے اور ان کا بے تحاشا شور مچ گیا، اب تو گویا کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی... ان کے قدم اٹھتے رہے... تین چار منٹ بعد کہیں جا کر پرندے پرسکون ہوئے۔

"کیا ضرورت تھی ان پرندوں کو خوف زدہ کرنے کی۔"

انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"تم لوگ پوری طرح ہماری زد پر ہو... یہ بتایا..."

"یہ بات تو ہم اس جزیرے پر قدم رکھنے سے... سے جانتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید جھلا اٹھے۔

"آ گیا غصہ... میں نے تو سنا تھا... انسپکٹر جمشید کو... نہیں آتا اور دشمنوں سے مقابلے میں یہی ان کی کا... ذریعہ ہے۔"

"میں بھی آخر انسان ہوں... کبھی آ بھی جاتا ہے..." وہ ہنس دیے۔

وہ چلتے رہے... پندرہ منٹ بعد ایک کھلے میدان... داخل ہوئے... اس کے چاروں طرف درخت ایک دائرے کی صورت میں تھے... گویا اس وقت وہ ان درختوں کے گھیرے میں تھے۔

"ان کے ساتھی نیچے لٹکا دو۔"

"کیا کہا... نیچے لٹکا دو۔" مارے حیرت کے ان کے منہ سے نکلا... ساتھ ہی انھوں نے اوپر دیکھا... درختوں سے چند رسیاں لٹکتی نظر آئیں... ان کے سروں پر ان... ساتھی بری طرح بندھے ہوئے تھے... دیکھتے ہی دیکھتے نیچے آ رہے...

"اُف! اتنا ظلم... بلتان... میں آپ کو... نہیں سمجھتا تھا... میں آپ کو اس ظلم پر... پچھتاؤں گا۔"

"خوب خوب... پہلے... ساتھیوں کی خبر... لو۔"

"محمود... جلدی... کرو... نکالو۔"

محمود نے جوتے کی ایڑی... سرکائی... اور پھر دھک سے... گیا... ایڑی میں

اہرامِ مصر

حافظ محمد صدیق اکبر۔ فیصل آباد

مصری زبان میں "اہرام" مقبرے کو کہتے ہیں۔ قدیم مصری بادشاہوں کو "فرعون" کہا جاتا تھا، ان بادشاہوں کو ان اہراموں میں دفن کیا جاتا تھا۔ اہرام مصر دنیا کے سات عجائبات میں سے ایک ہیں۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے تقریباً 2600 سال پہلے تعمیر کیے گئے۔

اتنا طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود قدیم طرزِ تعمیر کے یہ حیرت انگیز نمونے اسی طرح کھڑے ہیں۔ ماہر آثارِ قدیمہ آج تک حیران ہیں کہ ہزاروں سال پہلے جب مشینیں وجود میں نہیں آئی تھیں، مصری معماروں نے اتنے بڑے پتھر، کس طرح اتنی بلندی پر پہنچائے اور کس طرح اہرام تعمیر کیے۔

ان میں تین بڑے اہرام بہت مشہور ہیں۔ سب سے بڑا اہرام فرعون خوفو نے تیرہ ایکڑ جگہ پر تعمیر کرایا۔ اس میں 23 لاکھ پتھر کی سلیں استعمال کی گئیں۔ ہر ایک سل کا اوسط وزن 3 ٹن تھا۔ یہ تیس برس میں تقریباً ایک لاکھ آدمیوں کی مسلسل محنت سے تعمیر ہوا۔ دوسرا اہرام خافرا بادشاہ کا ہے جو بڑے اہرام سے تھوڑا چھوٹا ہے۔ تیسرا اہرام منکارا بادشاہ کا ہے، یہ بڑے اہرام کے نصف کے برابر ہے۔ یہ تینوں اہرام وادیٔ غزہ میں واقع ہیں۔

ان کے علاوہ مصر میں بہت سے اہرام ہیں سکارا کے اہرام بھی مشہور ہیں۔ یہیں پر وہ اہرام ہے جسے "زمینوں والا اہرام" کہتے ہیں۔ یہ سات زمینوں میں تعمیر کیا گیا۔ اس کی کل بلندی 204 فٹ تھی۔

ایک نظریے کے مطابق

اہرام کی دیواروں کے ساتھ مٹی اور اینٹوں کے ڈھلوان سطح والے ٹیلے تعمیر کیے جاتے تھے۔ پتھر کی سلوں کو ہزاروں مزدور لکڑی کے بڑے بڑے تختوں پر رکھ کر کھینچ کر اوپر لے جاتے۔ جہاں سے معمار انھیں زیرِ تعمیر دیوار پر لگا دیتے۔ اس طرح دیوار بتدریج اٹھتی چلی جاتی تھی۔

چاقو نہیں تھا۔ اس نے پریشانی کے عالم میں ان کی طرف دیکھا۔

"چاقو غائب ہے ابا جان۔"

"اوہو اچھا... خیر کوئی بات نہیں۔"

"انھیں کوئی چاقو دے دو بھئی... بے چارے آخری بار اپنے ساتھیوں سے مل لیں گے۔"

اوپر سے ایک چاقو نیچے آ گرا... وہ ایک عام سا چاقو تھا... انھوں نے اس کے ذریعے رسیاں کاٹنے کا کام شروع کر دیا... جلد ہی وہ آزاد ہو گئے... ان کے ہونٹوں پر بھی ٹیپ چپکائی گئی تھی... اس کو اتارتے وقت انھیں شدید تکلیف محسوس ہوئی... ان کے منہ کھلتے ہی ان سب نے کہا:

"اللہ کا شکر ہے... اس مصیبت سے نجات ملی... اور آپ لوگوں کی شکل نظر آئی۔"

"اچھی طرح اللہ کا شکر ادا کر لو... آج تم لوگوں کی زندگیوں کا آخری دن ہے۔"

"تب پھر پہلے ہمیں یہ بتا دیں... کہ حاجو خان سے آپ کیا کام لے رہے تھے... دفتر کے لوگوں کی چیزیں کیوں اس کے ذریعے اڑا رہے تھے۔"

"پہلے چند آدمیوں کی چھوٹی موٹی چیزیں اڑا کر حاجو خان کو یہ احساس دلایا تھا کہ یہ کام بے ضرر ہے... پھر اس کے ذریعے گھڑی نصیر الدین شاہ کی دراز میں رکھوانے کا پروگرام تھا... لیکن حاجو خان کم بخت پھر بھی دھوکا دے گیا... امید نہیں تھی کہ وہ ایسا ثابت ہوگا... میرا تو خیال تھا... وہ پوری طرح شیشے میں اتر چکا ہے... ہوا اس کا الٹ... خیر... کوئی بات نہیں... تم لوگوں کے ساتھ اس کا بھی کانٹا نکال دیا جائے گا... جب تم ایک دوسرے کو خوب جی بھر کر دیکھ چکو تو بتا دینا... اس وقت میرے ساتھی درختوں پر سے فائرنگ کر کے تم لوگوں کو اگلے جہاں پہنچا دیں گے۔"

"اچھی بات ہے... لیکن یہ تو کوئی مزے داری نہ ہوئی۔" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"کیا مطلب..."

"مسٹر بلتان... کم از کم ہماری اور آپ کی ملاقات تو ہونی چاہیے تھی۔"

"اچھی بات ہے... خیر... میں تم سے ملاقات بھی کیے لیتا ہوں... کہیں مرتے وقت تم یہ خوش فہمی لے کر نہ مرو کہ میں تم سے ڈر رہا تھا، اس لیے سامنے نہیں آیا۔"

"چلیے ٹھیک ہے... ہم یہ خوش فہمی لے کر نہیں مریں گے... وعدہ کرتے ہیں۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"حد ہو گئی... یہ خوش ہونے کا کون سا موقع ہے۔"

"اچھا... جب خوش ہونے کا موقع ہو... بتا دینا..."

اس نے برا سا منہ بنایا۔

اب انھوں نے اپنے ساتھیوں کی طرف توجہ دی...

"ہمیں افسوس ہے... یہ لوگ آپ لوگوں کو اغوا کر کے لے آئے... غلطی ہماری تھی..."

"اب تو جو ہونا تھا ہو چکا..." حاجو خان نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"موت کا ایک وقت مقرر ہے... اپنے وقت پر آ کر رہتی ہے... بس اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں معاف کر دے... ہمارے گناہوں سے درگزر کرے۔"

"آمین!" ان سب کے منہ سے نکلا... ساتھ ہی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"انسپکٹر جمشید... تم لوگوں کی آنکھوں میں آنسو... میں نے تو سنا تھا... تم لوگ وہ ہو... جو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے ہو... لیکن میں تو تم لوگوں کی آنکھوں میں آنسو دیکھ رہا ہوں۔"

"یہ آنسو... حاجو خان اور اس کے بیوی بچوں کے لیے ہیں... ہم ان کی حفاظت نہ کر سکے... یہ ہماری پناہ میں آ گئے تھے۔"

"اس میں آپ کا کیا قصور۔" حاجو خان کے منہ سے نکلا۔

"کیا تم لوگ ایک دوسرے سے مل چکے۔"

"ہاں! لیکن اب آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"میں آ رہا ہوں... بالکل آ رہا ہوں... فکر نہ کریں۔"

اور پھر خاموشی چھا گئی... وہ لگے چاروں طرف دیکھنے... درختوں کے حلقے کے اندر ان کے سوا کوئی نہیں تھا...

اچانک انھیں درختوں کے درمیان سے نکل کر کوئی آتا نظر آیا۔ (جاری ہے)

سازشی چہرہ (9)

اشتیاق احمد

پھر وہ درختوں کے دائرے میں داخل ہوا.. اس کے چہرے پر نقاب تھا.. وہ درمیانے قد کا دبلا پتلا سا آدمی تھا.. پرسکون انداز میں چلتے ہوئے وہ ان کے سامنے آ کھڑا ہوا:

''اس نقاب کی ضرورت سمجھ میں نہیں آئی... جب کہ ہمیں معلوم ہے... آپ بلتان ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے الجھن کے عالم میں کہا۔

''میں نے سوچا... کہیں تم لوگ مجھے دیکھ کر ڈر نہ جاؤ۔''

''جہاں تک بلتان کے حلیے کا تعلق ہے... مجھے معلوم ہے... لہٰذا اس کے حلیے سے تو ہم خوف زدہ ہوں گے نہیں ... کوئی اور بات ہو تو وہ آپ بتا دیں۔''

''میرا خیال تھا... تم حلیے کے چکر میں پڑنے کی بجائے... یہ پوچھو گے... میں کیا چاہتا ہوں۔ یہ سارا چکر کیا ہے...''

''اس میں شک نہیں... ضروری بات یہی ہے... چلیے خیر... اگر آپ اپنا چہرہ نہیں دکھانا چاہتے تو پھر یہ باتیں بتا دیں... جن کی طرف خود آپ نے اشارہ کیا ہے؟''

''ضرور کیوں نہیں ... حاجو خان کے محکمے کے ڈائریکٹر پر ہماری ایک مدت سے نظریں تھیں ... محکمہ اطلاعات بہت اہم ہوتا ہے... اس کا ڈائریکٹر اگر ہماری مرضی کا ہو تو بہت سے کام چٹکیوں میں نکل آتے ہیں... سو اوپر سے حکم ملا، نصیرالدین شاہ کو ختم کر دیا جائے، لیکن اس طرح کہ تفتیش کرنے والے چکر ہی کھاتے رہ جائیں... سو حاجو خان کو چھوٹے چھوٹے معاملات میں دس دس ہزار روپے دے کر قابو کیا گیا... یہ اور بات ہے کہ اصل واردات کی باری میں وہ ہاتھ سے پھسل گیا اور اس نے ہدایات کے مطابق عمل نہ کیا... اب ظاہر ہے... ہمیں نصیرالدین کو تو ٹھکانے لگانا تھا... اس کے ساتھ ہی سوچا، حاجو خان کو بھی مزہ چکھا دیا جائے... لیکن یہ حضرت پہنچ گئے آپ کے پاس ... جب انہیں آپ کے گھر سے اغوا کیا گیا تو پروگرام طے پایا کہ ساتھ میں آپ کے گھر کو بھی لپیٹ لیا جائے تاکہ ایک تیر سے تین شکار ہو جائیں۔ چنانچہ دیکھ لیں... سب یہاں موجود ہیں... نصیرالدین شاہ بھی ہیں... ایک ہی بار آپ سب کو لپیٹ دیا جائے گا... پھر یہاں لاشوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کا مسئلہ بھی نہیں ہے... اٹھا کر سمندر میں پھینک دیں گے... اور فارغ... پھر ہم ہوں گے اور آپ کا ملک ہوگا... بات ایک ڈائریکٹر پر تو ختم نہیں ہو جائے گی... تمام اسلام پسندوں کو ایک ایک کر کے ختم کریں گے اور ان کی جگہ اپنی مرضی کے آدمی لائے جائیں گے... اس طرح یہ ملک بغیر کسی جنگ کے فتح ہو جائے گا... جب انسپکٹر جمشید جیسے لوگ نہیں ہوں گے تو ہمارے لیے آسانیاں ہی آسانیاں ہوں گی... اور تم لوگوں کے ہوتے ہوئے رکاوٹیں ہی رکاوٹیں ہیں...''

''یہاں آپ خوش فہمی میں مبتلا ہیں۔'' انسپکٹر جمشید اس کے خاموش ہوتے ہی بولے۔

''وہ کیسے؟''

''ایسے کہ اس ملک میں ایک ہم ہی نہیں ہیں... ہم جیسے نہ جانے کتنے سر پھرے موجود ہیں...'' وہ بولے۔

''کوئی پروا نہیں... باری باری سبھی کو اس جزیرے پر لایا جائے گا... اور یہ جزیرہ موت کا جزیرہ بن جائے گا...''

''چلیے ٹھیک ہے... اب ذرا آخر میں اپنا چہرہ دکھا دیں ... ذرا ہم بھی دیکھ لیں... بلتان کیسا ہوتا ہے۔'' انہوں نے شوخ انداز میں کہا۔

''اچھی بات ہے... تم لوگ بھی کیا یاد کرو گے...''

اس نے کہا اور چہرے سے نقاب اتار دیا... انہوں نے بالکل اس حلیے کے آدمی کو اپنے سامنے دیکھا... جو حلیہ انہوں نے بلتان کا سن رکھا تھا...

''چلو اس بہانے زندگی میں بلتان کو دیکھ لیا... بہت شہرت سنی تھی آپ کی... اب ایک بات اور بتا دیں۔''

''جو پوچھنا ہے... پوچھ لو... پھر تمہیں کہاں موقع ملے گا۔'' وہ ہنسا۔

''اس مرتبہ آپ کس ملک کے لیے کام کر رہے ہیں...''

''انشارجہ کے لیے... ویسے میں زیادہ تر انشارجہ کے لیے ہی کام کرتا ہوں۔''

''خوب خوب... میرا بھی یہی اندازہ تھا... یہ انشارجہ ہی تو ہے جو ہر ملک کو غلام بنانے کی فکر میں رہتا ہے... وہ بھی بلتان جیسے لوگوں کے ذریعے...''

''بس... ہو گئیں تم لوگوں کی باتیں ختم۔ اب ہم اپنا کام کریں گے۔''

''میری ایک خواہش تھی۔'' انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری۔

''کیا مطلب... کیسی خواہش؟'' وہ چونکا۔

''دو بے چارے ساحل پر رہ گئے... اس معاملے میں واقعی ان کا کوئی قصور نہیں... وہ بلاوجہ پھنس گئے... میں چاہتا تھا... آپ انہیں بھی یہاں بلا لیں... جو کچھ ہو ان کے سامنے ہو جائے... اس طرح اس واقعے کے گواہ بھی ہوں گے۔''

''ان گواہوں کا تم لوگوں کو کیا فائدہ ہوگا بھلا۔''

''بات فائدے اور نقصان کی نہیں... میں تو بس ان کا خیال کرتے ہوئے کہہ رہا ہوں... وہ بھی دیکھ لیتے... اپنے دین اور ملک کے لیے کس طرح زندگیاں قربان کی جاتی ہیں۔''

''اگرچہ اس کی ضرورت نہیں... پھر بھی میں اس کو آپ کی آخری خواہش سمجھ کر پوری کیے دیتا ہوں... پروفیسر سام اور کپتان صاحب... آپ دونوں تک میری آواز پہنچ رہی ہے نا۔''

''جج... جی ہاں... پہنچ رہی ہے۔''

''بس تو پھر آپ بھی آگے چلے آئیے... آپ دونوں کو خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں... آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا... بس آپ ان لوگوں کی موت کا منظر دیکھیں گے۔''

''نن نہیں ... ہم یہ خوفناک منظر نہیں دیکھ سکتے۔'' پروفیسر سام کی لرزتی آواز سنائی دی۔

''میں نے کہا ناں!... آپ کو ڈرنے کی ضرورت نہیں ... بس چلے آئیے... ورنہ پھر ہم آپ لوگوں کو جزیرے پر چھوڑ کر چلے جائیں گے...''

''نن... نہیں... ایسا نہ کیجیے۔'' ڈرائیور خوف زدہ آواز میں چلا اٹھا۔

''تو پھر چلیں آئیں ناک کی سیدھ میں... آ کر ان کی موت کا منظر دیکھ لیں... پھر ہم یہاں سے چلیں گے۔''

''چلیے پروفیسر صاحب... اب تو چلنا پڑے گا۔''

''ہاں... بالکل۔''

اور پھر وہ انتظار کرنے لگے... یہاں تک کہ دونوں درختوں کے دائرے میں داخل ہوتے نظر آئے... ان کے چہروں پر خوف طاری تھا۔

''آئیے پروفیسر صاحب... آئیے...'' بلتان چہکا۔

''پروفیسر صاحب... میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں ... آپ تو جانتے ہی ہیں... یہ ہمارا آخری وقت ہے... کیا آپ میری بات سننا پسند کریں گے۔''

''آپ لوگوں ہی نے تو ہمیں اس

مصیبت میں پھنسایا ہے... ہم آپ کی بات کیوں نہیں"۔

"شاید وہ بات آپ کے حق میں ہو جائے۔"

"اچھی بات ہے... سن لیتا ہوں..." پروفیسر سام نے برا سا منہ بنایا اور ان کی طرف دیکھنے لگا۔

پروفیسر سام کے قدم ان کی طرف اٹھنے لگے.. ان کی نظریں پروفیسر پر جم کر رہ گئی تھیں... ایسے میں محمود نے دبی آواز میں کہا۔

"ابا جان! آپ پروفیسر صاحب سے کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"بس دیکھتے جاؤ۔" وہ بولے۔

"جی... کیا دیکھتے جائیں۔"

"یہ کہ میں ان سے کیا کہنا چاہتا ہوں۔"

"آپ کہتے ہیں تو دیکھتے جائیں گے... ہمارا کیا جاتا ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

اور وہ مسکرانے لگے... اگرچہ موت کے دہانے پر مسکرانا آسان کام نہیں تھا... لیکن ان کی زندگیوں میں ایسے لمحات آتے ہی رہتے تھے... لہٰذا مسکرا سکتے تھے۔ آخر پروفیسر سام ان کے بالکل نزدیک پہنچ گئے۔

"ہاں انسپکٹر جمشید... آپ مجھ سے کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"میں آپ کے کان میں کہنا چاہتا ہوں... مہربانی فرما کر اور نزدیک آجائیں۔"

"اوہو... وہ ایسی کیا بات ہے... آخر۔"

"آپ سن کر حیرت زدہ رہ جائیں گے۔"

"چلیے مان لیا... میں سن کر دھک سے رہ جاؤں گا... لیکن بات ہے کیا۔"

"وہ تو میں کان میں بتا سکتا ہوں۔"

"اچھی بات ہے... میں نزدیک آجاتا ہوں۔"

اس کے قدم اٹھنے لگے... یہاں تک کہ وہ ان کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔

"لیجیے! آ گیا نزدیک... کہیے کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"کان قریب کیجیے نا۔" انھوں نے منہ بنایا۔

پروفیسر سام نے بھی منہ بنایا... تاہم وہ ان سے اور نزدیک ہو گیا... اور اپنا کان ان کے منہ کی طرف کر دیا۔

عین اس وقت انسپکٹر جمشید نے ایک عجیب حرکت کی۔

(جاری ہے)

عظیم شخص

شام کو ابو کام سے واپس آئے تو کافی پریشان دکھائی دے رہے تھے۔ امی نے پریشانی کی وجہ دریافت کی تو بتایا:

"ہوٹل کے مالک نے یہ کہہ کر کام سے چھٹی دے دی کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں، اس لیے مجھ سے ہوٹل کا سخت کام نہیں ہو سکتا۔ حالاں کہ ہوٹل کا کام اتنا سخت بھی نہیں ہوتا کہ میں نہ کر سکوں۔ بہرحال میں اس کی بات سے جان گیا تھا کہ وہ مجھے کام پر نہیں رکھنا چاہتا، خیر اللہ مالک ہے! کوئی اور کام ڈھونڈ لوں گا۔"

اس کے بعد دو دن تک ابو کام کی تلاش میں پھرتے رہے، لیکن کام نہ ملا۔ دوسرے دن جب ابو تھک ہار کر واپس لوٹے تو انھیں کافی بخار تھا۔ ہمارے پاس جو بھی رقم تھی، سب دوا پر لگ گئی، لیکن دوا سے کوئی فرق نہ پڑا۔ شام کو امی نے کہا:

محمد عرفان شاکر۔ کوٹ اسلام

"اسلم تمہارے ابو کافی بیمار ہیں۔ ان کی دوا کے لیے پیسے بھی نہیں ہیں۔ اب تم پڑھائی چھوڑ دو اور کل سے کام تلاش کرو، تاکہ گھر کے اخراجات کا بوجھ کچھ کم ہو جائے۔"

پانچ دن تک میں صبح سے لے کر شام تک کام ڈھونڈتا رہا، لیکن کام نہ ملا۔ ایک شام کو جب میں گھر جا رہا تھا تو راستے میں استاد اشرف صاحب ملے۔ وہ پچھلے سال ہماری آٹھویں جماعت کے انچارج تھے۔ سلام دعا کے بعد استاد صاحب نے پوچھا:

"اسلم تم پچھلے پانچ روز سے اسکول کیوں نہیں آئے۔"

میں نے استاد صاحب کو سارا واقعہ سنا دیا تو انھوں نے مجھے حوصلہ دیا اور کہا: "میں تمہاری پڑھائی کا بندوبست کرتا ہوں۔"

انھوں نے میرے گھر کا پتا لیا اور آگے چل دیے۔

کام نہ ملنے کی وجہ سے میں کافی اداس تھا۔ ساری رات روتا رہا۔ پتا نہیں کب نیند نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا۔ صبح امی نے بیدار کیا اور کہا: "دیکھو باہر کون ہے۔"

میں اٹھنے لگا تو پیٹ میں درد محسوس ہوا، کیونکہ میں نے دو روز سے کچھ نہیں کھایا تھا۔ جسم تھکاوٹ سے ٹوٹ رہا تھا۔ آخر میں نے ہمت کی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ دروازہ کھولا تو سامنے استاد اشرف صاحب کھڑے تھے۔ میں انھیں ابو کے کمرے میں لے آیا، کیونکہ وہ ابو ہی سے ملنے آئے تھے۔ استاد صاحب قریب ہی پڑی کرسی پر بیٹھ گئے۔ سلام دعا کے بعد استاد صاحب نے ایک خوش خبری سنائی، وہ یہ کہ استاد صاحب نے ابو کے لئے اپنے ہی اسکول میں چوکیداری کی نوکری کے لئے بات کر لی تھی اور اس اسکول میں میرے لئے نہم جماعت میں مفت داخلہ بھی منظور کرا لیا تھا۔

اس دن کے بعد ہمارے گھریلو حالات کافی سنور گئے اور میری پڑھائی بھی جاری رہی۔ اب میں ایف اے کر رہا ہوں۔ میں آج بھی سوچتا ہوں کہ اس عظیم شخص کا کس طرح شکریہ ادا کروں جس نے ہم پر اتنا بڑا احسان کیا ہے۔

جن کی دعائیں جلد قبول ہوتی ہیں

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ درج ذیل لوگوں کی دعائیں خاص طور پر قبول ہوتی ہیں۔

1) مجبور ولاچار اور بے بس لوگ۔
2) مظلوم اور ستم رسیدہ لوگ۔ ایک روایت میں ہے کہ اگرچہ وہ گناہ گار ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ اگرچہ وہ کافر ہی ہوں ان کی دعا قبول ہوتی ہے۔
3) باپ کی دعا اپنی اولاد کے لیے۔
4) امام عادل کی، دعا عدل وانصاف کرنے والے خلیفہ یا بادشاہ یا حکمران کی دعا اپنی رعایا کے لیے۔
5) ہر نیکوکار آدمی کی دعا۔
6) ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والی خدمت گزار اولاد کی دعا۔
7) مسافر کی دعا۔
8) روزہ دار کی دعا افطار کرنے کے وقت۔
9) ایک مسلمان کی دعا اپنے مسلمان بھائی کے لیے اس کی پیٹھ پیچھے۔
10) ہر مسلمان کی دعا جب تک کہ وہ کسی پر ظلم کرنے یا قطع رحمی (قرابت داروں کی حق تلفی) کی دعا نہ کرے یا دعا کر کے اظہار مایوسی یا شکایت کے طور پر یہ نہ کہے کہ میں نے دعا مانگی تھی، وہ قبول ہی نہیں ہوئی۔

بنتِ ماسٹر ظہیر قریشی۔ حضرو

ایک حدیث میں آیا ہے کہ کچھ عذاب جہنم سے آزاد کردہ بندے ہیں جن میں سے ہر ایک کی دن رات میں ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

اور جامع ابو منصور کی ایک روایت ہے کہ: مقبول دعا حاجی کی ہوتی ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے گھر واپس آجائے۔

(بحوالہ حصن حصین)

سلسلہ وار ناول

8

سازشی چہرہ

Qist 10,No.198

اشتیاق احمد

وہ عجیب حرکت یہ تھی کہ انسپکٹر جمشید نے پروفیسر سام کی گردن کے گرد اپنا دایاں بازو کس دیا تھا اور بایاں ہاتھ اس کے سر پر اس طرح رکھا کہ جونہی ذرا سا جھٹکا دیں تو اس کی گردن ٹوٹ جائے۔ اور یہ انسپکٹر جمشید کا ایک خاص انداز تھا، ایک عجیب داؤ تھا۔ اس داؤ سے وہ بڑے سے بڑے ماہر لڑاکے کو قابو میں کر چکے تھے۔ ان کے اس داؤ کے جواب میں ان کا شکار اگر ذرا بھی حرکت کرنے کی کوشش کرتا تو اس کی گردن ٹوٹ جاتی تھی... شکار فوراً محسوس کر لیتا تھا کہ وہ بہت بری طرح پھنس گیا ہے۔

"یہ... یہ کیا انسپکٹر جمشید... تم نے اپنے ساتھی کو اس طرح کیوں پکڑ لیا..." بلتان کی حیرت زدہ آواز گونجی۔

"یہ ہمارا ساتھی نہیں... البتہ ہمارے ساتھ یہاں تک آیا ضرور ہے... اب یہ اس حالت میں ہے کہ اس کے جسم کو ذرہ بھر بھی حرکت ہوئی تو اس کی گردن ٹوٹ جائے گی... یہ خود حرکت کرے یا میں حرکت کروں، ایک ہی بات ہوگی... بلکہ تم میں سے کوئی کسی طرح بھی ہم پر وار کرے، اس کی گردن پہلے ٹوٹے گی... اگر یقین نہیں تو مسٹر ساکا... خود اس سے پوچھ لو۔"

"کیا... کیا کہا... مسٹر ساکا؟" وہ بری طرح اچھلا۔

"ہاں! تم بلتان نہیں ہو... ساکا ہو... ہمارے ملک کا ایک بڑا جرائم پیشہ... تم سے میری ملاقات ایک کیس کے سلسلے میں ہو چکی ہے... لیکن تم میرے ہاتھ سے بچ کر نکل گئے تھے... میں چونکہ اس وقت تمہاری آواز سنتا رہا ہوں، اس لیے اب جب میں نے تمہاری آواز سنی تو میرے دماغ میں ایک جھماکا سا ہوا... میرے دماغ نے مجھے فوراً بتا دیا کہ یہ شخص بلتان نہیں... ساکا ہے... ایک مقامی جرائم پیشہ... کیوں میں غلط تو نہیں کہہ رہا؟"

"نہیں! تم بالکل ٹھیک سمجھے۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"خوب... تم نے اتنی بات تو مانی... اب اپنے ساتھیوں کو حکم دو، وہ درختوں سے نیچے آ جائیں... لیکن نیچے آنے سے پہلے اپنے پستول اور رائفلیں گرا دیں۔"

"کیا آپ پاگل ہو گئے ہیں انسپکٹر جمشید۔" ساکا غرایا۔

"نہیں! البتہ تم لوگوں کو پاگل کر دینے کا ارادہ ہے... اور وہ تم آج ضرور ہو گے۔"

"کیا ادھر اُدھر کی ہانک رہے ہو... پروفیسر سام کو چھوڑ دو... تم لوگ پوری طرح ہماری زد پر ہو... ایک پل میں سب کے سب تڑپتے نظر آؤ گے۔"

"اس میں [illegible]... لیکن مشکل یہ ہے کہ ہمارے ساتھ پروفیسر سام [illegible] تڑپتے نظر آئیں گے۔"

"تو کیا ہوا... ہماری بلا سے... آ جائیں تڑپتے نظر۔" ساکا بولا۔

"تب پھر اپنے ساتھیوں کو حکم دو... کہ وہ ہم پر فائرنگ شروع کریں... ہم پوری طرح ان کی زد پر ہیں نا... فائرنگ شروع کرنا ان کے لیے کیا مشکل ہے... شروع کریں۔"

"لگتا ہے... آپ واقعی پاگل ہو گئے ہیں... بھلا ہمیں پروفیسر سام کی کیا پروا... تم لوگوں کے ساتھ یہ بھی مرتے ہیں تو ہمیں کیا پروا۔"

"اسی لیے تو کہہ رہا ہوں... اپنے ساتھیوں سے کہو... ہم پر فائرنگ کریں۔"

"یہ حکم تو خیر مجھے دینا ہی ہے... لیکن..." ساکا کہتے کہتے رک گیا...

"لیکن کیا... یہ لیکن اٹک کیوں گیا۔" فاروق کی شوخ آواز سنائی دی... اب صورتِ حال ان کی سمجھ میں بہت تیزی سے آ رہی تھی۔

"لیکن... میں سوچتا ہوں... بلاوجہ پروفیسر سام کیوں مارے جائیں... آپ انھیں چھوڑ دیں... تاکہ ہم فائرنگ شروع کر سکیں... انھیں ساحل کی طرف جانے دیں۔"

"اب میں اتنا بھی پاگل نہیں۔" انسپکٹر جمشید ہنسے۔

"کتنے بھی جمشید؟" خان عبدالرحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"یار سمجھا کرو۔" وہ جھلا کر بولے۔

"اچھی بات ہے... اب سمجھا کروں گا۔" خان عبدالرحمان نے فوراً کہا۔

"کیا سمجھا کرو گے..." انسپکٹر جمشید بولے... جب کہ ان کی پوری توجہ پروفیسر سام کی طرف تھی۔ وہ ذرا بھی ادھر اُدھر نہیں دیکھ رہے تھے...

"جج... جو تم کہو گے... بس وہی سمجھا کروں گا۔"

"انسپکٹر جمشید... تم بھی اپنے بچوں کی طرح ادھر اُدھر کی باتوں میں لگ گئے... ہے کوئی تک... تم پروفیسر سام کو چھوڑتے ہو یا میں فائرنگ کا حکم دوں۔"

"یہی تو میں کہہ رہا ہوں... تم فائرنگ کا حکم دے دو۔"

"ضرور تم پاگل ہو گئے ہو۔" ساکا گرجا۔

"تو پھر... تمھیں اس سے کیا... میں پاگل ہو گیا ہوں، تمہاری بلا سے... میں تو تمہارا دشمن ہوں، تمہارے قابو میں ہوں... اور پروفیسر سام کوئی تمہارے سگے رشتے دار بھی نہیں ہیں کہ تمھیں ان کی زندگی کی کوئی پروا ہوگی... تو پھر حکم دو اپنے ساتھیوں کو... وہ ہم پر فائرنگ کریں..."

"اب یہی کرنا ہوگا... میں تو بس اس لیے رک گیا تھا کہ بے چارے پروفیسر سام بلاوجہ مارے جائیں گے... جب کہ ان کا کوئی قصور نہیں ہے... اور ہمیں ان سے کوئی دشمنی نہیں... لہٰذا میں آخری بار کہہ رہا ہوں... پروفیسر سام کو چھوڑ دیں۔"

"اور میں بھی تمھیں آخری بار کہہ رہا ہوں کہ فائرنگ کا حکم دو۔" انسپکٹر جمشید گرجے۔

ان کی گرج نے ان سب کو ہلا کر رکھ دیا... لیکن خود انسپکٹر جمشید نہیں ہلے تھے، اس لیے کہ اگر وہ ہلتے تو پروفیسر سام کی گردن ٹوٹ جاتی...

Scanned by CamScanner

"اچھی بات ہے انسپکٹر جمشید... آپ جیت گئے... آپ پروفیسر کو چھوڑ دیں... ہم آپ سے بات چیت کے لیے تیار ہیں۔" ساکا نے ڈھیلی ڈھالی آواز میں کہا۔

"انسپکٹر جمشید نے اپنے بال دھوپ میں سفید نہیں کیے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا کہہ رہے ہیں ابا جان... آپ کے بال تو ابھی سفید ہوئے ہی نہیں۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"اوہ... معاف کرنا... محاورہ درمیان میں ٹپک پڑا..."

"کیا کہنا چاہتے ہیں انسپکٹر جمشید...؟" ساکا نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"بات تو جتنی بھی ہوگی... اسی حالت میں ہوگی... یعنی پروفیسر سام کو چھوڑے بغیر..."

"او کے... آپ کیا چاہتے ہیں۔" ساکا کی آواز اور ڈھیلی ہوگئی۔

"ہاں! اب آپ آئے سیدھے راستے پر... درختوں پر جتنے لوگ موجود ہیں... ان سب سے کہو... اپنی رائفلیں اور پستول نیچے گرا دیں... اگر کسی کے پاس بھی پستول یا رائفل نظر آئی تو ہم اسے نہیں چھوڑیں گے۔"

"گرا دو بھئی... نیچے۔" ساکا بولا۔

"یہ کیا... یہ صاحب تو پروفیسر سام کو بچانے کے لیے آپ کی ہر بات ماننے کے لیے تیار ہوگئے... کمال ہے..." محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"اسی کو کہتے ہیں انقلابِ زمانہ..." انسپکٹر جمشید ہنسے۔

"یہ تو کمال ہوگیا جمشید... لیکن یہ ہو کیسے گیا۔" پروفیسر داؤد کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ساکا کے چہرے کی طرف دیکھ لیں..."

"ساکا کے چہرے کی طرف دیکھ لوں... کیا وہاں پر لکھا ہے کہ یہ کیسے ہوگیا۔"

"کچھ نہ کچھ تو لکھا نظر آ ہی جائے گا۔"

"اچھی بات ہے جمشید... تم کہتے ہو تو دیکھ لیتا ہوں... ورنہ اس کی طرف دیکھنے کو جی نہیں چاہتا... ارے یہ کیا... اس کے چہرے پر تو سیاہی ہی سیاہی نظر آ رہی ہے۔"

"بلکہ یوں کہیں کہ کالک ملی نظر آ رہی ہے۔" خان عبدالرحمان بولے۔

"اوہو... سوال تو یہ ہے کہ کیوں... پروفیسر سام کی ان لوگوں کے نزدیک کیا اہمیت ہے۔" فاروق نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ابھی تک رائفلیں نہیں گرائی گئیں۔" انسپکٹر جمشید کی سرد آواز لہرائی۔

"گراتے کیوں نہیں۔" ساکا چلایا۔

رائفلیں اور پستول نیچے گرنے لگے...

"تم لوگ حرکت میں آجاؤ... تمام رائفلوں اور پستولوں کو خالی کر کے دور پھینک دو... اس قدر دور کہ اس سے زیادہ دور نہ پھینک سکو۔"

"جی اچھا۔" وہ بولے۔

اور انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا... جلد ہی میدان رائفلوں اور پستولوں سے پاک ہوگیا۔

"اب ان لوگوں سے کہو کہ نیچے آجائیں۔"

"نیچے آجاؤ۔" ساکا بولا۔

ان لوگوں نے درختوں سے رسیوں کی سیڑھیاں لگائی ہوئی تھیں... فوراً ہی وہ ان کے ذریعے نیچے اترتے نظر آئے۔

"فاروق ان رسیوں کو کاٹ کر نیچے گرا دو۔"

"جی اچھا۔"

فاروق نے وہ چاقو اٹھا لیا... جو میدان میں پڑا تھا... اور اس کو لے کر درخت پر چڑھ گیا... اس طرح اس نے رسیاں کاٹ ڈالیں

"اب ان رسیوں سے ان لوگوں کو باندھنا شروع کر دو۔"

وہ اس کام میں لگ گئے... جب سب کو باندھ لیا گیا تو انسپکٹر جمشید نے کہا:

"مسٹر ساکا! اب تم خود کو بندھوا لو..."

"اچھی بات ہے۔"

انہوں نے اسے بھی باندھ دیا...

"میں اس کی گردن پکڑے رہوں گا... تم لوگ اسے بھی رسیوں سے باندھ دو۔"

"آپ کا مطلب ہے... پروفیسر سام کو۔" مارے حیرت کے محمود کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! پروفیسر سام کو۔"

"تت... تو... یہ بھی ان کا ساتھی ہے۔" فاروق چلا اٹھا۔

"بہت دیر بعد سمجھے... جب میں نے خان عبدالرحمان کی گاڑی اڑنے کی خبر سنی تھی... تو میں اس وقت چونکا تھا... پھر جب لانچ اڑی تو مجھے یقین ہوگیا کہ یہ سب پروفیسر سام کر رہا ہے... اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ یہ بھی ان کا ساتھی ہے... اسی لیے تو ایک ایسے جزیرے کو منتخب کیا گیا جس کے بارے میں ہمیں اس سے رابطہ کرنا پڑا... اب کیوں نہ میں تمہیں اس کا اصل نام بھی بتا دوں؟"

"جج... جی... اصل نام... آپ... آپ کا مطلب ہے... جیفر سام اس کا اصل نام نہیں ہے۔"

"نہیں... جیفر نام کا آدمی تو اس وقت بھی اپنے گھر میں موجود ہے... یہ تو اس کے میک اپ میں ہے..."

"کیا!!!" مارے حیرت کے ان کے منہ سے نکلا۔ (جاری ہے)

Scanned by CamScanner

سلسلہ وار ناول

سازشی چہرہ

11

"ہاں! بالکل یہی بات ہے... یہ جیفر سام نہیں ہے... اس کے میک اپ میں ہمارا اصل مجرم ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ... آپ کا مطلب ہے... یہ بلتان ہے۔" وہ چلا اٹھے۔

"ہاں بالکل... دراصل ہمارا سب سے بڑا دشمن انشارجہ ہمارے ملک کی اہم ترین جگہوں پر اسلامی ذہن کے لوگ پسند نہیں کرتا... اس بار اس نے بلتان کے ذمے کچھ لوگوں کو ٹھکانے لگانے کا کام لگایا تھا... ان میں پہلا نمبر نصیر الدین شاہ کا تھا... بلتان جیسے لوگ دور بیٹھ کر اپنا کام کرنا پسند کرتے ہیں... لہٰذا اس نے یہ کام دوسروں سے لینے کا منصوبہ بنایا تھا... آٹھ دس خاص خاص آدمیوں کو یا اسی قسم کی سازشوں کے ذریعے ٹھکانے لگاتا اور فتح کے شادیانے بجاتا انشارجہ چلا جاتا... منصوبہ تو بس اتنا سا تھا... اب اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ اس کا پہلا ہی شکار اس کے ہاتھوں سے پھسل جائے گا... اسے کیا معلوم تھا کہ حاجو خان اس کا سارا منصوبہ چوپٹ کر دے گا... جہاں تک میرا خیال ہے... اس نے اس شہر میں پروفیسر جیفر سام کے گھر کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا تھا... جیفر سام انھی کا کارندہ ہوگا... لہٰذا اسی کے مشورے سے اس جزیرے کا نام ہمیں دیا گیا تاکہ ہم اس کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے اس کے پاس جائیں اور وہاں سے جیفر سام کے روپ میں بلتان ہمارے ساتھ ہو لے... جب ہماری گاڑی ساحل سمندر پر بھک سے اڑ گئی تو مجھے بہت حیرت ہوئی... کیونکہ پروفیسر داؤد پہلے ہی گاڑی کو چیک کر چکے تھے... اور اس وقت کوئی چیز اس میں نہیں ملی تھی... پھر گاڑی میں دھماکا کرنے کا سامان کب رکھا گیا... یہ بات مجھے اس وقت سوجھی جب لانچ بھی اسی طرح اڑ گئی... اس وقت مجھے قطعاً کوئی شک نہیں رہ گیا تھا کہ بلتان خود ہمارے ساتھ ہے... نتیجہ یہ کہ اس وقت بلتان کا پورا منصوبہ خاک میں مل چکا ہے... اس کے تمام ساتھی ہماری قید میں ہیں اور خود یہ موت کے دہانے پر موجود ہے... لو میں اس کا بھی کانٹا نکالے دے رہا ہوں۔"

"واہ! کیا انصاف ہے۔" ایسے میں بلتان نے اپنے جسم کو حرکت دیے بغیر کہا۔

"انصاف... گویا تم مجھے ناانصافی کا طعنہ دے رہے ہو... بھلا وہ کیسے؟"

"دھوکے سے مجھے قابو میں کر لیا... یہ کیا بہادری ہے... مزہ تو تب تھا... جب مجھے مقابلے کے لیے للکارتے... میری تمہاری جنگ ہوتی... پھر میں تمھیں بتاتا، تم کتنے پانی میں ہو۔"

"یہ بات وہ شخص کہہ رہا ہے... جس نے اس وقت تک صرف اور صرف دھوکے سے کام لیا ہے... ہماری گاڑی اڑا دی... لانچ اڑا دی... اور اس سے پہلے حاجو خان کو دھوکا دیا... اب یہ صاحب مجھ سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ میں انھیں باقاعدہ مقابلہ کر کے شکست دوں... واہ... کیا خوب۔"

"گویا تم مجھے اسی طرح ہلاک کر دینا چاہتے ہو۔"

"ہاں بالکل... میں دشمن کو بلاوجہ موقع دینے کا [illegible] نہیں... تم میرے ذاتی دشمن نہیں ہو... میرے ملک [illegible] دشمن ہو، میری قوم کے دشمن ہو... اس سے بھی بڑھ کر [illegible] اسلام کے دشمن ہو... اب دیکھو نا... میں بہادری کے [illegible] میں تمہاری گردن چھوڑ دوں اور تم سے کہوں... آؤ... مجھ سے مقابلہ... اور مقابلے میں جیت جاؤ تم... تو یہ نقصان کس کا ہوگا... مجھے تو یہ نقصان پہنچے گا کہ میں تمہارے ہاتھ [illegible] مارا جاؤں گا... یا شدید زخمی ہو جاؤں گا اور میرے [illegible] تمہارے ہاتھوں مارے جائیں گے... میرے ساتھی [illegible] مارے جائیں گے... غرض ہم سب ختم ہو جائیں گے... بات صرف یہاں تک ہوتی... تو بھی میں تمہاری خوا[illegible] پوری کرتا... تم سے دو دو ہاتھ کرتا... لیکن خطرہ بس [illegible] نہیں... اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ ہے کہ تم اسلام کے [illegible] ہو... ہمارے ملک کی جڑیں کھوکھلی کرتے ہو... لہٰذا [illegible] جاری رکھو گے... اور اگر ایسا ہوا تو یہ میری اس بہادری [illegible] گھمنڈ کا نتیجہ ہوگا... بات یہ ہے کہ میں دشمن کو مہلت [illegible] قائل نہیں... ہاں اس کی ایک صورت ہے۔"

"ایک صورت... اور وہ کیا؟" بلتان کی آواز میں [illegible] تھا۔

"وہ یہ کہ تم میرے ایک سوال کا جواب دے دو۔"

"کک... کیسا سوال!!"

"بالکل آسان سا سوال ہے... یہ بتا دو کہ ہم [illegible] ختم کرنے کی صورت میں تم لوگ یہاں سے کس [illegible] جاتے... ظاہر ہے... اس جزیرے پر تو رہنے کے لیے [illegible] انتظام نہیں ہے۔"

بلتان کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا... وہ [illegible] بول سکا۔

"مسٹر بلتان! تم نے جواب نہیں دیا۔" انسپکٹر [illegible] مسکرائے۔

وہ اب بھی خاموش رہا...

"واہ جمشید... تم نے تو کمال کر دیا... اسے گونگ[illegible]"

"میں اب اس کی گردن توڑ رہا ہوں... کیونکہ [illegible] نے کوئی جواب نہیں دیا۔"

"ٹھیک ہے جمشید... یہی بہتر ہے... سانپ [illegible] دینا عقل مندی نہیں۔"

"ٹھہرو انسپکٹر جمشید... میں نے تمہارے [illegible] جواب دے رہا ہوں... یہاں پاس ہی ایک اور جزیرہ [illegible] وہاں میرے بہت سے ماتحت موجود ہیں... ان کے [illegible] ایسی کئی لانچیں ہیں۔"

"خوب خوب... آپ نے دیکھا پروفیسر صاحب [illegible]" انسپکٹر جمشید چہکے۔

"کک... کیا دیکھا۔" پروفیسر ہکلائے۔

"یہ کہ ادھر میرا اور اس کا مقابلہ شروع ہوتا [illegible]"

سوالیہ کہانی

زاہد خان اپنے کھیتوں میں بیٹھا چوکنی نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں بندوق تھی اور وہ کسی کے انتظار...

اچانک دور کھیت میں سرسراہٹ ہوئی۔ وہ چونک اٹھا اور دبے پاؤں آگے بڑھنے لگا... جس کی تلاش میں وہ تین گھنٹے سے پریشان ہو رہا تھا اچانک اسے اس کا دھڑ اور سر نظر آگیا... کی آنکھوں میں فاتحانہ چمک نمودار ہوئی۔ اس نے بندوق سیدھی کی... نشانہ لیا اور فائر کر... گولی سیدھی نشانے پر لگی۔

بے چارہ بندر بھوک سے نڈھال ہو کر خوراک کی تلاش میں آیا تھا... گولی کھا کر وہ زور سے... اور زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔

کچھ دنوں بعد زاہد خان کے گھر اس کا ایک دوست آیا اور ایک دو دن کے لئے وہاں ٹھہر گیا... دوست... ناشتے کے لیے زاہد خان نے مرغی پکوائی۔ اس کا بیٹا بڑا شرارتی اور چٹورا تھا، موقع پا کر وہ باورچی خانے میں گیا اور ران والی بوٹی اٹھا کر گھر سے باہر نکل گیا... اسے ڈر تھا... گھر کا کوئی... دیکھ لے گا اور بوٹی اس سے چھین لے گا... چنانچہ وہ کھیت میں چھپ کر کھانے لگا۔

عین اسی وقت اس کا باپ زاہد خان بندروں کو مارنے کے لئے کھیت میں آیا ہوا تھا اور کھیت کی دوسری جانب بیٹھا تھا... اس نے محسوس کیا کہ کوئی آ کر کھیت میں چھپا ہے۔ زاہد خان کے کئی دشمن بھی تھے... وہ چوکنا ہو گیا... بندوق اٹھائے اس طرف بڑھا... ساتھ ہی اس نے گرج دار آواز میں پوچھا:

"کون ہے؟"

بیٹا ڈر گیا... اس نے جواب نہ دیا۔ دوسری اور تیسری بار پوچھنے پر بھی جواب نہ ملا تو زاہد خان کو یقین ہو گیا کہ یا تو یہ اس کا کوئی دشمن ہے یا کوئی شرارتی بندر یہاں چھپا ہوا ہے۔ اس نے گولی چلا دی۔ اس کا نشانہ خطا نہ گیا۔ اس کے اپنے جگر کا خون اپنے ہاتھوں سے ہو گیا۔

سوال یہ ہے کہ یہ اس کی اپنی بے احتیاطی کا نتیجہ تھا یا بچے کی اچھی تربیت نہ کرنے کا؟

آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے۔

بیرنگ خطوط کی بھرمار

بہت سے قارئین اب پھر بے رنگ لفافے ارسال کرنے لگے ہیں۔ ایک ہی لفافے میں کئی کئی مضامین یا طویل مضامین ڈال کر صرف 4 روپے کا ٹکٹ لگا کر لیٹر بکس میں ڈال دیتے ہیں... اس طرح وہ خط بے رنگ ہو جاتے ہیں... جتنے ٹکٹ کم لگے ہوتے ہیں، ان کی دوگنا رقم مدیر بے چارے کو ادا کر کے لفافہ وصول کرنا پڑتا ہے۔ آپ نوٹ کر لیں۔ اگر لفافے کا وزن زیادہ معلوم ہو رہا ہو تو پہلے اس کا وزن کرا لیں... وزن کے مطابق ٹکٹ لگائیں۔ یہ بات بھی نوٹ کر لیں کہ جو بے رنگ لفافے وصول ہوئے ہیں ان کے مضامین اور خطوط ہرگز شائع نہیں کیے جائیں گے... اور آئندہ ایسے خطوط وصول بھی نہیں کیے جائیں گے... وہ واپس انہی حضرات کو وصول کرنا ہوں گے جو بے رنگ لفافے ارسال کریں گے... محکمہ ڈاک خود ان سے چارجز رقم وصول کرے گا۔ (ادارہ)

... ساتھی ہیں... پہنچے... اور... ہم پہلے ہی یہاں... بہت دور پھینک چکے ہیں... سب ان کے ہاتھ لگ جاتیں... ہم بہت آسانی سے ان کے ہاتھوں مارے جاتے۔ بازی پھر بلتان کے ہاتھ میں رہتی۔"

"ارے باپ رے۔" پروفیسر داؤد اور خان عبدالرحمن بولے۔ وہ مسکرا دیے۔

"پھر اب کیا کرنا ہے جمشید؟"

"بس دیکھتے جاؤ..."

"اچھا... دیکھتے جائیں گے... ہمارا کیا جاتا ہے..." پروفیسر داؤد نے منہ بنایا۔

"چلو بھئی بلتان... اپنے ساتھیوں سے کہو... وہ ادھر آ جائیں... وہ بھی یہ مقابلہ دیکھیں گے..."

"ٹھیک ہے۔" بلتان نے فوراً کہا۔

"تو دو پیغام۔"

"میری جیب سے موبائل نکال کر مجھے دیں۔" وہ بولا۔

"نمبر بتاؤ... میں موبائل کرتا ہوں۔ کیا نام ہے... اس... ہدایات دو گے۔"

"راجر بوم۔" وہ بولا۔

"محمود... بہت احتیاط سے اس کی جیب سے موبائل... فاروق... اس کی زد سے بچائے رکھنا۔"

"کیا اس حالت میں یہ صاحب مجھ پر حملہ کر سکتے ہیں۔"

"نہیں... لیکن ہوشیار رہنا اچھا ہے۔"

"جی اچھا۔"

محمود نے موبائل اس کی جیب سے نکال لیا۔ پھر اس سے نمبر پوچھا۔ اس نے جونہی نمبر بتایا، انسپکٹر جمشید نے اس کے جسم کو زوردار جھٹکا دیا۔ اس کے منہ سے ایک دل دوز چیخ نکل گئی۔

"یہ... یہ آپ نے کیا کیا... اسے ختم کر دیا۔" فاروق بول اٹھا۔

"نہیں! بے ہوش کیا ہے..."

اب وہ خان عبدالرحمان کی طرف مڑے اور بولے۔

"خان عبدالرحمان حرکت میں آ جاؤ۔"

"کیا کہا... حرکت میں آ جاؤں... کیسے؟"

"سب لوگ ان رائفلوں کو تلاش کر لیں۔ ان میں میگزین بھر لیں... اور درختوں کی بہترین انداز میں اوٹ لے لیں۔ دشمن کے ساتھی سیدھے ادھر آئیں گے۔ ان کا نشانہ لینا بھلا کیا مشکل ہوگا۔"

"بہت خوب جمشید۔"

اور پھر اس ہدایت پر کام شروع ہو گیا۔ جلد ہی وہ درختوں کے پیچھے پوزیشن لے چکے تھے۔ اب انسپکٹر جمشید نے پروفیسر داؤد سے کہا:

"جن لوگوں کو ہم نے رسیوں سے باندھا ہے انہیں آپ کوئی چیز سنگھا کر بے ہوش کر دیں۔ تاکہ یہ شور وغیرہ کر کے آنے والوں کو خبردار کرنے کی کوشش نہ کریں۔"

"اچھی بات ہے جمشید۔" وہ مسکرا دیے۔

جب سب لوگ بے ہوش ہو گئے تو انسپکٹر جمشید نے راجر بوم کے نمبر ملائے۔ جونہی اس کی آواز ابھری، انہوں نے حلق سے بلتان کی آواز نکالی

"راجر بوم!"

"یس سر۔" دوسری طرف سے فوراً کہا گیا۔

"ہم نے ان سب کو قابو کر لیا ہے۔ اب تم بے فکر ہو کر آ جاؤ۔"

"اوکے سر۔"

انہوں نے فون بند کیا ہی تھا کہ فاروق نے پریشانی کے عالم میں کہا:

"ہم ایک بات تو فراموش کر گئے ابا جان۔"

"اور وہ کیا؟"

ان سب کے منہ سے نکلا۔

(جاری ہے)

سازشی چہرہ

اشتیاق احمد

آخری قسط

Qist 12,No.200 .last

''ہم یہ بات نظر انداز کر گئے ہیں کہ ہمارا مقابلہ بلتان سے ہے۔'' محمود مسکرایا۔

''حد ہوگئی... بھلا یہ بات بھی کوئی بھولنے کی بات ہے... بلتان ہمارے سامنے پڑا ہے۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''کیا کہنا چاہتے ہو محمود؟'' انسپکٹر جمشید الجھن کے عالم میں بولے۔

''بلتان نے بھی آخر اپنے منصوبے کا ہر طرح جائزہ لیا ہوگا... اس نے یہ اندازہ لگایا ہوگا کہ آپ نے اس کے بارے میں بھانپ لیا تو اس صورت میں وہ کیا قدم اٹھائے گا... ایک قدم تو آپ سمجھ گئے... لیکن میرا خیال ہے... اس نے کوئی اور قدم بھی سوچا ہے... یعنی یہ راجر بوم اور اس کے آدمیوں کو ختم کر دیتے ہیں... بلتان پر بھی قابو پا لیتے ہیں تو اس صورت میں آخری داؤ کے طور پر وہ کیا قدم اٹھائے گا۔''

''ہوں... تمہارا خیال ٹھیک ہے محمود... بلتان نے اس مقام پر شکست کے بعد ضرور کوئی اور پہلو بچا رکھا ہے...''

''اور ابا جان! وہ پہلو یہ ہے کہ جب ہم بلتان اور اس کے ساتھیوں کو لے کر لانچ پر سوار ہو جائیں گے... تو اس وقت وہ آخری وار ہوگا...''

''ہوں... ضرور یہی بات ہے...''

''بس تو پھر بلتان کو آپ اسی طرح پھر سے قابو میں کر لیں...'' محمود نے تجویز پیش کی۔

''لیکن جمشید... اسے ختم ہی کیوں نہ کر دیا جائے۔'' پروفیسر داؤد بولے۔

''ہوں ٹھیک ہے... اس کا کانٹا نکال ہی دیتے ہیں... پھر ہم راجر بوم اور اس کے ساتھیوں کا انتظار کریں گے۔ وہ زد میں آگئے تو ان کا کام بھی تمام کر دیں گے... اس کے بعد ہم یہیں اسی طرح انتظار کریں گے... ان کی لائی ہوئی لانچوں میں ہرگز سفر نہیں کریں گے۔''

''یہ ٹھیک رہے گا... بلتان والا موبائل اب ہمارے پاس ہے... ہم اس کے ذریعے آئی جی صاحب کو فون کر کے یہاں لانچیں منگوا سکتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے جمشید... بسم اللہ کرو اور بلتان کا کام تمام کر دو۔''

انسپکٹر جمشید اس کی طرف بڑھے ہی تھے کہ بلتان کے جسم میں بجلی کی سی تیزی سے حرکت پیدا ہوئی اور وہ اٹھ کھڑا ہوا... وہ بری طرح چونکے... اب ان کے چہروں پر حیرت ہی حیرت تھی۔

''تم سے چوک ہوگئی جمشید... میں پوری طرح تمہارے قابو میں تھا... بے ہوش کرنے کے بجائے مجھے ختم کر دینا چاہیے تھا۔'' وہ ہنسا۔

''اللہ مالک ہے... جس نے مجھے تم پر پہلے قابو دیا تھا... وہ اب پھر دے دے گا۔''

''اس وقت اور بات تھی... میں تمہارے دھوکے میں آگیا تھا۔''

''کوئی بات نہیں... آؤ... دو دو ہاتھ بھی ہو ہی جائیں... کہ یہی تمہاری خواہش ہے... خان عبدالرحمان... تم اپنا کام کرو... راجر بوم اور اس کے ساتھی کم از کم بلتان کی مدد کو نہ پہنچیں۔''

''ٹھیک ہے جمشید! تم فکر نہ کرو۔'' خان عبدالرحمان کی پرسکون آواز سنائی دی۔

''تم لوگ بھی اپنے انکل کے ساتھ جاؤ...''

''یہ... یہ کیسے ممکن ہے ابا جان... یہاں آپ کے اور بلتان کے دو دو ہاتھ ہونے والے ہیں۔'' محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

''اور ادھر دشمن آنے والا ہے... اگر آنے والوں کو نہ روکا گیا تو بلتان کی طاقت کئی گنا بڑھ جائے گی... لہٰذا تم دشمن کی طرف توجہ دو... پروفیسر صاحب... آپ بھی خان صاحب کی مدد کریں...''

''ٹھیک ہے جمشید... ہم چاروں پوزیشن لے لیتے ہیں... لیکن جب تک لانچیں نظر نہیں آجاتیں، اس وقت تک تو ہم رخ پھیر کر لڑائی دیکھ سکتے ہیں۔'' فاروق نے مارے بے چینی کے کہا۔

''ہاں! اتنی اجازت ہے... لیکن تم خود لڑائی میں دخل اندازی نہیں کرو گے... یہ مقابلہ صرف میرے اور بلتان کے درمیان ہوگا... سمجھ گئے...''

''جی ہاں! وہ ایک ساتھ بولے۔

''چاہے... میری پوزیشن کچھ بھی کیوں نہ ہو جائے... تم اپنی جگہ سے نہیں ہلو گے... تم نے سنا... میں نے کیا کہا ہے۔''

''جی... جی ہاں...'' وہ بولے۔

ایسے میں انھوں نے بلتان کو گویا ہوا میں اڑ کر ان کی طرف آتے دیکھا۔

''بچیے!'' وہ چلا اٹھے۔

لیکن ان کے چیخنے سے بھی پہلے انسپکٹر جمشید ایک طرف گر کر لڑھک چکے تھے... گویا وہ پوری طرح ہوشیار تھے... ادھر بلتان اپنی جھونک میں سیدھا ایک درخت کی طرف آیا... اور اگر وہ دونوں ہاتھ آگے نہ کر دیتا تو بری طرح درخت سے ٹکرا گیا تھا... ساتھ ہی وہ ان کی طرف مڑا... اس کے چہرے پر حیرت نظر آئی... اور یہ حیرت ضرور وار خالی جانے پر تھی...

Scanned by CamScanner

"ابا جان! لانچیں نظر آ رہی ہیں۔"

"بس ٹھیک ہے... اب تم لوگوں کی پوری توجہ حملہ آوروں کی طرف ہونی چاہیے... ادھر کوئی نہ دیکھے... بلکہ خان عبدالرحمان تم ان لوگوں کے ساتھ کافی آگے چلے جاؤ..."

"لیکن جمشید..."

"خان عبدالرحمان! یہاں کسی لیکن کی گنجائش نہیں ہے... سنا تم نے۔" وہ تیز آواز میں بولے۔

"اچھی بات ہے... جیسا تم کہو گے، ہم کریں گے۔"

اور پھر وہ واقعی لڑائی کے اس مقام سے آگے بڑھتے چلے گئے... اگرچہ ان میں سے ایک کا جی بھی آگے جانے کو نہیں چاہ رہا تھا... لیکن مجبوری تھی... حملہ آوروں کو نہ روکا جاتا تو پھر وہ سب کے سب مارے جاتے...

"آؤ بھئی... رک کیوں گئے۔" انسپکٹر جمشید دونوں بازو پھیلاتے ہوئے بولے۔

"آ رہا ہوں... لو سنبھالو میرا وار۔" یہ کہتے ہوئے بلتان پرسکون انداز میں ان کی طرف قدم اٹھانے لگا۔ انسپکٹر جمشید اس پر نظر جمائے اپنی جگہ کھڑے رہے... پھر جونہی وہ نزدیک پہنچا... یک دم اونچا اچھلا... اس کے دونوں پاؤں ان کے سینے کی طرف آتے نظر آئے... وہ فوراً ترچھے ہو گئے اور ساتھ ہی دو ہتڑ چلا دیا۔ ان کے دونوں ہاتھ اس کی کمر پر لگے... وہ اوندھے منہ گرا۔

"دو وار خالی ہو چکے ہیں... بس ایک کی اور مہلت دوں گا... تم یہ نہ کہو... میں نے مقابلہ نہیں کیا۔"

"ٹھیک ہے... میرا ابھی تیسرا وار فیصلہ کن ہوگا... اگر میں اس میں بھی کامیاب نہ ہو سکا تو اپنی ہار مان لوں گا۔"

یہ کہتے ہی وہ زمین پر گر گیا اور بلا کی رفتار سے ان کی طرف آیا... نزدیک آتے ہی اس نے ایک ہاتھ زمین پر رکھا اور پورا جسم گھما دیا۔ انسپکٹر جمشید اس کے اس وار سے بچنے کے لیے اوپر اچھل گئے... ان کا خیال تھا کہ اس طرح اس کا جسم نیچے سے نکل جائے گا، لیکن ایسا نہ ہوا... بلکہ اس کے دونوں پیر ان کی پنڈلیوں سے ٹکرا گئے۔ انھیں یوں لگا جیسے ان کے جسم سے جان نکل گئی ہو... وہ بے دم سے ہو کر زمین پر اوندھے منہ گرے۔

"انسپکٹر جمشید آپ تو گئے کام سے... اب آپ کے باقی ساتھیوں کو ٹھکانے لگانا میرے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہوگا..." بلتان ہنسا۔

"گویا... گویا تم مجھے موقع نہیں دو گے... جب کہ میں نے تمھیں تین موقعے دیے ہیں... جب تم درخت سے ٹکرائے تھے... اس وقت میں چاہتا تو ایک ہی وار میں تمھارا کام تمام کر سکتا تھا... پھر دوسرے وار کے بعد بھی میرے پاس حملہ کرنے کا وقت تھا... تیسرا وار تمھارا کارگر رہا... اب ہونا تو یہ چاہیے کہ تم بھی مجھے تین موقعے دو۔"

"نہیں! میں ایسا نہیں کروں گا... اس حالت میں آپ کی گردن مروڑ دینا میرے لیے آسان ہے۔"

یہ کہتے ہوئے وہ ان کی طرف بڑھا... اس کے دونوں ہاتھ ان کی گردن کی طرف آئے... انھوں نے اپنی قوت کو جمع کیا اور دائیں ہاتھ کو گھما دیا۔ وہ اس وقت تک پوری طرح ان پر جھک چکا تھا... دائیں ہاتھ کا مکا اس کے چہرے پر پوری قوت سے لگا... اس کے منہ سے ایک دل دوز چیخ نکل گئی... وہ بری طرح لڑکھڑایا اور دھڑام سے گرا... ساتھ ہی انسپکٹر جمشید اس پر جا پڑے اور اس کی گردن بازو کی گرفت میں لے لی... بالکل اسی طرح جیسے وہ پہلی بار قابو میں آیا تھا۔

"بلتان! اب کیا کہتے ہو..."

اس کے منہ سے کچھ نہ نکل سکا... دوسرے ہی لمحے انھوں نے اس کی گردن کو جھٹکا دیا... اس کے منہ سے آخری چیخ نکلی اور وہ ساکت ہو گیا... وہ اسے اسی طرح پکڑے بیٹھے رہے کہ کہیں مکر نہ کر رہا ہو اور زندہ نہ ہو... لیکن اس کی گردن ٹوٹ چکی تھی... آخر اس کی موت کا یقین ہو جانے پر وہ اسے چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک نظر اس کے بے جان جسم پر ڈالی... اس کی کھلی آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی...

وہ مڑے اور اپنے ساتھیوں کی طرف چل پڑے... دور سے انھیں لانچیں صاف نظر آئیں... اپنے ساتھیوں کے نزدیک پہنچ کر انھوں نے ایک درخت کی اوٹ لے لی... کہ کہیں ان کے ساتھی انھیں دشمن خیال کرتے ہوئے فائر نہ کر دیں... پھر وہ پرسکون آواز میں بولے۔

"میں بھی اب تمھارے ساتھ موجود ہوں۔"

"بلتان کا کیا بنا۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

"اللہ کی مہربانی سے مارا گیا۔"

"یا اللہ تیرا شکر ہے۔"

آخر لانچیں ساحل سے آ لگیں... بلتان کے ماتحت ساحل پر اترنے لگے... پھر بے فکری سے آگے بڑھنے لگے... کیونکہ انھیں تو یہی معلوم تھا... ان کا راستہ صاف ہے... جونہی وہ زد میں آئے۔ انھوں نے فائر کھول دیا...

دیکھتے ہی دیکھتے وہ خاک اور خون میں تڑپتے نظر آئے... ان میں سے ایک بھی نہ بچ سکا...

دو گھنٹے بعد پولیس کی لانچیں جزیرے کو گھیر چکی تھیں... اور وہ ایک لانچ پر ساحل کا رخ کر رہے تھے۔

"اللہ کا شکر ہے... ایک سازشی سے تو نجات ملی۔" محمود کی آواز سنائی دی۔

"لیکن ہمارے ملک میں ایسے سازشیوں اور غداروں کی کیا کمی ہے... جلد ہی کسی اور سے ملاقات ہو جائے گی۔" فاروق نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

اور وہ مسکرانے لگے۔

Scanned by CamScanner